ایک عظیم الشان تحریک

تحریک وقف نو

خطبات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ

تحریک وقف نو

"TAHRIK-E-WAQF-E-NAU"
SERMONS DELIVERED BY
HADHRAT KHALIFATUL MASIH IV
(Urdu)

First published in U.K. in 1994.
Present edition 1999.

© ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD.

Published by:
ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD.
Islamabad,
Sheephatch Lane
Tilford, Surrey GU10 2AQ
United Kingdom

Printed by:
Raqeem Press,
Islamabad, Tilford

ISBN 1 85372 549 8

پیش لفظ

۳ اپریل ۱۹۸۷ء کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس روز سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تائید الٰہی سے ایک بے حد بابرکت تحریک کا آغاز فرمایا جو تحریک وقف نو کے نام سے موسوم ہے۔ ایک مجلس عرفان میں فرمایا کہ حضور انور کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بڑے زور سے یہ خیال ڈالا کہ احمدیت کی آئندہ صدی میں اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے بے شمار راہیں کھلنے والی ہیں اور اس وقت بے شمار واقفین زندگی کی ضرورت ہوگی جو زندگی کے ہر شعبہ سے منسلک ہو کر ہمہ وقت تبلیغ اسلام میں مصروف ہوں اس عظیم مقصد کے پیش نظر تحریک وقف نو کا آغاز فرمایا گیا اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دنیا کے ملک ملک سے احباب جماعت نے والہانہ انداز میں بڑے خلوص اور محبت کے جذبہ کے ساتھ اپنے اپنے جگر گوشوں کو خدا تعالیٰ کے حضور اس عظیم مقصد کے لئے پیش کرنے کی سعادت پائی وہ والدین بڑے خوش نصیب اور قابل رشک ہیں جنہیں سنت ابراہیمی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس عظیم الشان تحریک کے تحت اپنی اولادوں کو شامل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی کیونکہ احمدیت کی دوسری صدی میں یہی بچے بڑے ہو کر تبلیغ اسلام کے لئے ملک ملک میں نکلیں گے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو پھیلانے اور اسلام کے جلال اور اس کی شان کے اظہار کے لئے کام کرنے والے ہوں گے اس لحاظ سے یہ بچے بہت قیمتی ہیں کیونکہ سیدنا حضور انور نے انہیں ایک عظیم الشان مقصد کے لئے اپنے رب عظیم سے مانگا ہے۔ یہ بچے اس وقت والدین کے پاس اور یکساں طور پر نظام جماعت کے پاس خدا تعالیٰ کی ایک قیمتی امانت کے طور پر سپرد ہیں اس امانت کی حفاظت اور تعلیم و تربیت والدین اور نظام جماعت کی ذمہ داری ہے۔ سیدنا حضور انور نے والدین اور نظام جماعت کی ان ذمہ

داریوں کو بڑی تفصیل سے اپنے خطبات میں بیان فرمایا ہے۔ وقف کی اہمیت، پرورش، تربیت، دینی و دنیاوی تعلیم، مختلف زبانوں کے سیکھنے کی اہمیت اور پیشوں کے انتخاب۔ غرضیکہ آئندہ بیس سے تیس سالوں پر محیط پروگرام عطا فرمایا ہے۔

احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ ان واقفین نو کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ یہ بڑے ہو کر وقف کی سچی روح کے ساتھ اسلام کی سربلندی اور عظمت کے لئے کام کرنے والے ہوں اور سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تمناؤں پر پورا اترتے ہوئے خدمات دینیہ کے مقام محمود پر فائز ہوں۔ آمین

ڈاکٹر شمیم احمد
انچارج شعبہ وقف نو (لندن)

جولائی ۱۹۹۴ء

۱

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
-1	آنحضورؐ کی پیروی سے خدا کی محبت حاصل ہوتی ہے	2
-2	اطاعت رسولؐ کی تفصیلات اور اس کا منطقی نتیجہ	3
-3	محبت رسولؐ کا فقدان فسق ہے	5
-4	جہاد سے محبت کا اصل مفہوم	6
-5	محبت کی اعلیٰ نشانی	7
-6	محبت رسولؐ کی اعلیٰ حسین اور کامل تعلیم	9
-7	آنحضرتؐ کے محاسن کا بکثرت ذکر ہونا چاہئے	9
-8	آنحضرتؐ کی پیروی کا ایک اور مہتم بالشان پہلو	11
-9	آنحضرتؐ سے کامل محبت اور آپؐ کی کامل پیروی کی تعلیم	12
-10	امیدوں کی آخری مقام تک رسائی	14
-11	آنحضرتؐ سے حضرت مسیح موعود کی کامل محبت	15
-12	محبت الٰہی کی وسیع اور کامل تعلیم	17
-13	آنحضرتؐ کی محبت الٰہی کا درجہ کمال	18
-14	وقف کامل اور اس کا ثمرہ	20
-15	اگلی صدی کے استقبال کیلئے ایک نہایت مبارک تحریک، تحریک وقف نو	22
-16	جماعت کے ہر طبقہ سے لکھو کھہا واقفین آنے چاہئیں	23

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ ۳ اپریل ۱۹۸۷ء مطابق ۳ شہادت ہش ۱۳۶۶

بیت الفضل لندن

اگلی صدی کے حقیقی استقبال کی اہلیت پیدا کرنے والی ایک نہایت مبارک تحریک

آئندہ دو سالوں میں پیدا ہونیوالے بچوں کو خدا اور اس کے دین کی خاطر ابھی سے وقف

کریں تاکہ واقفین بچوں کی ایک عظیم الشان فوج محمد رسول اللہ ﷺ کے خدا کی غلام

بن کر اگلی صدی میں داخل ہو رہی ہو یہ ایک تحفہ ہے جو ہم نے اگلی صدی کیلئے خدا کے

حضور پیش کرنا ہے جماعت کا ہر طبقہ اس تحفہ کیلئے تیار ہونا چاہئے۔

دنیا بھر میں بلا استثناء جماعت کے ہر طبقہ سے لکھوکھا واقفین زندگی آنے چاہئیں

آئندہ صدی میں دین حق کو بکثرت ہر جگہ پھیلانے کے لئے

لاکھوں تربیت یافتہ واقفین درکار ہوں گے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (التوبہ: ۲۴)

اور پھر فرمایا:-

گزشتہ خطبہ میں میں نے قرآن کریم کی ایک اور آیت تلاوت کی تھی:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اے محمد ﷺ! یہ اعلان کر دے کہ اگر تم واقعی حقیقتاً اللہ سے محبت کرتے ہو یا واقعی خدا محبت کرنا چاہتے ہو فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ تو تم میری پیروی کرو یقیناً خدا تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اس مضمون کے کچھ پہلو میں نے گزشتہ خطبے میں بیان کئے تھے کچھ آج بیان کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس دوسری آیت کے تابع جو میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعویٰ کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کی اتباع اور پیروی کا حکم ملا ہے تو سوال یہ ہے کہ اس میں کیا منطقی جوڑ ہے اور پھر یہ پیروی کس طرح ہو سکتی ہے کس رنگ میں پیروی کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ ایک انسان ایک ملک کے قانون کی بھی اطاعت کرتا ہے اور بعض دفعہ اپنے انسٹرکٹر کی بھی پیروی کرتا ہے خواہ وہ جس موضوع پر بھی مقرر ہوا ہو اس کی نقل اتارتا ہے اور یہ دونوں قسم کی اطاعتیں محبت کے بغیر ہوتی ہیں۔ بسا اوقات ان میں محبت کا نہیں بلکہ نفرت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں بڑے بڑے ظالم ڈکٹیٹر گزرے ہیں اور آج بھی موجود ہیں جن کی

کروڑوں کی تعداد میں قوموں کے افراد اطاعت کر رہے ہیں اور نفرت کے ساتھ اطاعت کر رہے ہیں۔ پس اگر یہ اسی قسم کا حکم ہے جیسے ایک جابر آدمی حکم صادر کر دیتا ہے کہ تم میرے قبضہ قدرت میں ہو تمہاری مجال نہیں کہ میرے حکم کی نافرمانی کر سکو اس لئے اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو پھر محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرو۔ کیا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ یہ مضمون بیان ہوا ہے؟ یہ مضمون ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ آغاز اس بات سے کیا گیا ہے اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو۔ اس میں ڈکٹیٹر شپ اور مغلوب کے تعلقات کا کوئی تصور ہی نہیں پایا جاتا۔ تحبون اللہ کی شرط نے واضح کر دیا کہ جو کچھ بھی کرو گے محبت کی وجہ سے کرو گے۔ اس لئے خدا کی محبت کا یہ ایک منطقی رشتہ ہے جسے محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی اور اطاعت میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ پس اس اطاعت میں بھی محبت ہی کا پہلو غالب رہنا چاہئے اور محبت ہی کے نتیجہ میں وہ اطاعت ہونی چاہئے۔

اطاعت رسول ﷺ کی تفصیلات اور اس کا منطقی نتیجہ:

اب اگلا سوال یہ ہے کہ حکماً بھی محبت ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا مجھ سے تمہیں محبت ہے؟ ہم کہتے ہیں ہاں ہمیں محبت ہے، ہم نے دنیا میں تیرا حسن جلوہ گر دیکھا، پھر تیرے اتنے بے انتہا احسانات ہیں جو صبح دوپہر اور شام ہم پر ہو رہے ہیں دن اور رات کا لمحہ لمحہ ہم تیرے فضلوں کو دیکھتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر لمحہ اور ہر آن کائنات کے حسن میں تیرے فضلوں کو ہم جلوہ گر دیکھتے ہیں اور ہم تجھ پر عاشق ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور پھر ہر روز تو نے ہمیں سامان زندگی مہیا فرمائے ہیں۔ پیار اور محبت کے ساتھ ہر قسم کی نعمتیں عطا کیں، زندگی کے نظام کی حفاظت کیلئے ہر قسم کے سامان بخشے، ترقیات کے قوانین ایسے بنائے جن کے نتیجہ میں انسان مسلسل آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

غرضیکہ اس مضمون کا احاطہ تو نہیں ہو سکتا لیکن خلاصۃً ایک انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم تجھ سے محبت کرتے ہیں اس لئے کہ تیری محبت کی وجوہات اور تیرے حسن کی

شہادتیں ساری دنیا میں بکھری پڑی ہیں۔ پھر تیرے حکم سے ہم کیسے محبت کرنے لگیں۔ چونکہ اس حکم کے اندر خدا تعالیٰ حکمت کاملہ رکھتا ہے اس حکم کے اندر کوئی غیر منطقی بات نہیں ہو سکتی اس لئے ہمیں اس بات کو تو بہرحال کلیۃً فراموش کر دینا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ حکم کے نتیجہ میں محبت چاہتا ہے اگر آپ کو کسی سے محبت ہے تو اس کے جواب میں وہ بھی محبت کا ایک اظہار کرتا ہے اور ایک ایسی چیز کی طرف یا ایک ایسی ہستی کی طرف جواباً اشارہ کرتا ہے کہ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو یاد رکھو میں اپنی محبت کا ایک ظاہری عکس انسانوں میں بھی تمہیں بتاتا ہوں۔ جس طرح تم کائنات کا مشاہدہ کرتے ہو اور اس میں ہر طرف حسن دیکھتے ہو اور اس پر عاشق ہوتے چلے جاتے ہو اس طرح میں تمہیں ایک ایسی محبوب ہستی بتاتا ہوں کہ جو میرے عشق کی وجہ سے سنوری ہے، میری محبت کے نتیجہ میں اس میں حسن پیدا ہوا ہے۔ تم اس کو دیکھو اور اس پر عاشق ہو جاؤ اور عاشقانہ اس کی اطاعت کرو۔ یہ مضمون ہے جو اس آیت میں مخفی ہے اور دوسری آیات میں کھلا کھلا اظہار فرما دیا گیا ہے۔

پس خدا کی طرف سے گویا جواب یہ ہے کہ تمہیں مجھ سے محبت تو ہے یا ارادہ ہے یا خواہش ہے کہ سچی اور حقیقی محبت کرو لیکن کوئی ایسا عاشق صادق تمہیں معلوم نہیں جس کے ساتھ میں نے محبت کی ہو اس لئے اگر تم اس کے پیچھے چلو جس کے ساتھ میں نے محبت کی ہے تو لازمی اور قطعی طور پر میں تم سے بھی محبت کرنے لگوں گا اور جس سے خدا محبت کرتا ہے وہ لازماً حسین ہو گا کیونکہ قابل نفرت وجود سے خدا محبت نہیں کرتا۔ جس شخص کے متعلق خدا یہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے محبت کی ہے یہ اس کے اندر مضمر ہے کہ وہ شخص لازماً حسین ہے اس کے بغیر کوئی بات بنتی ہی نہیں۔ اس لئے لازماً اس کے اندر مخفی اور پوشیدہ پیغام کے طور پر آپ کو یہ دیکھنا پڑے گا (ورنہ کوئی منطقی بات نہیں بنتی) کہ اگر تم محبت کے دعویدار ہو اور محبت چاہتے ہو تو میں تمہیں ایک ایسے

شخص کا پتہ بتاتا ہوں جو مجھ سے محبت میں انتہا کر گیا۔ وہ خود بھی بہت زیادہ حسین تھا لیکن میری محبت کے نتیجہ میں اس کا حسن مزید چمکا کیونکہ میں نے اس سے بہت محبت کی۔ پس تم ان رستوں پر چل پڑو جن رستوں پر وہ چلتا ہے۔ پھر تم میں بھی وہ حسن پیدا ہونا شروع ہو جائے گا اور میں تمہارے حسن سے بھی محبت کرنے لگوں گا۔

محبت رسول ﷺ کے فقدان کا نام فسق ہے:

یہ ہے وہ مکمل جواب جو اس آیت میں دیا گیا ہے۔ اس کی تائید قرآن کریم کی مختلف آیات کرتی ہیں ان میں سے ایک آیت جس کی میں نے ابھی تلاوت کی تھی وہ اس مضمون کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہے۔ فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ
جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (التوبہ، ۲۴)

کہ اے محمد ﷺ! یہ بھی اعلان کر دے کہ اگر تمہارے آباؤ اجداد اور تمہاری اولادیں تمہاری آئندہ نسلیں اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے قبائل اور قومیں اور وہ اموال جن کو تم کماتے ہو اور محنت کے ساتھ حاصل کرتے ہو اور وہ تجارتیں جن کے متعلق خوف دامن گیر رہتا ہے کہ کہیں نقصان نہ ہو جائے اور وہ رہنے کے گھر جن سے تم راضی ہو یعنی وہ محلات اور مکانات جو تمہاری تمناؤں کے مطابق بنائے گئے ہوں اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ پیارے ہیں اور خدا کے رستے میں جہاد سے زیادہ پیارے ہیں فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ پھر تم انتظار کرو یہاں تک کہ خدا اپنا فیصلہ صادر فرما دے یعنی ایسا فیصلہ صادر فرما دے جس سے تمہاری محبت کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے اور خدا کا پیار پانے کی بجائے تم

اس کی ناراضگی کے مورد بن جاؤ- فرمایا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ خدا تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

قرآن کریم نے فسق کی تعریف فرمائی ہے اور فسق کی یہ تعریف آپ کو دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔ فسق سے تو ہم عموماً یہ سمجھا کرتے تھے کہ گناہ کرنا یا واضح طور پر ناپسندیدہ حرکت کرنا لیکن قرآن کریم نے فسق کو محبت کے مضمون میں داخل فرما کر عدم محبت کو فسق قرار دیا۔ فرمایا خدا کے بعد محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت لازم ہے۔ اگر تم اس وجود سے نہیں کرتے تو تم فاسق ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محبت نہ کرنے کا تعلق فسق سے کیا ہے؟ یہ تعلق حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بیان فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی اطاعت میں تھا ایک ذرہ بھی ایسا نہیں جس میں کوئی نقص ہو اگر کوئی نقص ہوتا تو خدا تعالیٰ ہمیں کامل پیروی کا حکم نہ دیتا۔ جب خدا نے کامل پیروی کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ خدا کی رضا کے نیچے ہے۔ اور جو عمل خدا کی رضا سے باہر ہے وہ فسق ہے۔ پس قرآن کریم نے فسق کی تعریف محبت کے مضمون میں لپیٹ کر بیان کی ہے۔ لیکن حیرت انگیز ہے۔ اگر تمہیں محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کی جہاد والی زندگی سے پیار نہیں ہے یعنی رسول اکرم ﷺ نے زندگی بھر جو جہاد کر کے دکھایا ہے اس کی تمہارے دل میں قدر نہیں ہے تو پھر تمہاری حالت فاسقوں جیسی ہے اور جہاں جہاں تم اس سنت سے ہٹتے ہو وہاں فسق میں داخل ہو جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

جہاد سے محبت کا اصل مفہوم:

اب یہاں جہاد فی سبیل اللہ کی محبت کا ذکر فرمایا حالانکہ بظاہر انسان یہ سوچ نہیں سکتا کہ جہاد سے بھی محبت ہو سکتی ہے۔ یہاں صرف تلوار کا جہاد مراد نہیں ہے محبت کے نتیجہ میں محبوب کو حاصل کرنے کے لئے ہر کوشش کا نام قرآن کریم نے جہاد رکھا ہے۔ چنانچہ

آنحضرت ﷺ کی محبت کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر اس تعلق میں یہ مضمون ظاہر کر رہا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے جس طرح زندگی گزاری اس زندگی کا ہر لمحہ جہاد تھا۔ ہر وقت تو آنحضرت ﷺ تلوار ہاتھ میں نہیں لئے پھرا کرتے تھے۔ ہر وقت تو تیر کمان ہاتھ میں نہیں ہوا کرتا تھا۔ شاذ کے طور پر جب غزوات میں آپ شامل ہوئے تو عملاً دشمن سے دو بدو لڑنے کا موقع بھی آپ کو میسر آیا مگر آپ کا جہاد اس وقت بھی تھا جب تیرہ سال کی مکی زندگی میں انتہائی مظلومیت کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے۔ پس جہاد صرف مارنے کا نام نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر مار کھانے کا نام ہے اور خدا کے رستے میں دن رات اس کی محبت میں مگن ہو کر زندہ رہنے کا نام ہے اس کے متعلق فرمایا اگر تمہیں ان چیزوں سے محبت نہیں ہے تو پھر خدا تعالیٰ سے تمہارا محبت کا دعویٰ کرنا نہ صرف غلط بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک زندگی فاسقانہ ہے۔

محبت کی اعلیٰ نشانی:

اب یہاں پہنچ کر بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکم تو بہت سخت لگایا گیا ہے مگر محبت حکماً کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی یہ سوال اٹھایا تھا محبت اور حکم کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں۔ آپ کو کوئی آدمی کتنا ہی پیارا ہو اس کو آپ کہیں کہ تم فلاں چیز سے محبت کرنے لگ جاؤ وہ سمجھے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے اس کے دماغ میں کوئی نقص ہے؟ دنیا والے تو شاید یہاں تک کہتے ہیں!۔

تمہیں چاہوں تمہارے چاہنے والوں کو بھی چاہوں
میرا دل پھیر دو مجھ سے جھگڑا ہو نہیں سکتا

عجیب شرطیں لگا رہے ہو تم۔ کہ تم سے محبت کروں ساتھ ان سے بھی محبت کرنے لگ جاؤں جو تمہارے چاہنے والے ہیں میرا دل پھیر دو مجھے میرا دل واپس کر دو یہ جھگڑا

مجھ سے ہو نہیں سکتا۔ پس اللہ کی شان دیکھیں کہ یہیں فرما رہا ہے مجھے چاہو میرے چاہنے والوں کو بھی چاہو اور اگر میرے چاہنے والوں کو نہیں چاہو گے تو تم فاسق ہو تمہاری محبت مردود ہے یہ ہے اصل حکیمانہ کلام۔ حقیقت میں محبت کی اعلیٰ نشانی اور اس کی سچائی کی دلیل یہ ہے کہ جس سے آقا پیار کرے اس سے بھی پیار ہو جائے اور جو اپنے محبوب سے پیار کرتا ہو اس سے بھی محبت بڑھے نہ کہ اس سے دشمنی بڑھے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو اور جگہ بھی کھول کر بیان فرمایا۔ ایک دعا سکھائی کہ اے خدا! ہمارے دلوں میں مومنوں کے لئے غلّ نہ پیدا کر۔ جو ہم سے ایمان میں سبقت لے گئے پہلے آگئے ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ کسی بناء پر کسی غلط فہمی کی وجہ سے بھی ان کے لئے ہمارے دل میں کوئی ٹیڑھا پن نہ پیدا کر۔

اس آیت میں شیعہ غلط فلسفے کا جواب ہے ہمیشہ کے لئے۔ ان میں سے بعض ہمیں آج ایسی باتیں بتاتے ہیں جن کے نتیجہ میں ایمان میں سبقت لے جانے والوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ وہ لوگ جو سبقت لے گئے اول دور کے ایمان لانے والے تھے اے خدا! ہمیں ان سے نفرت نہ ہونے دینا۔ غلط فہمی سے تاریخ کے غلط سمجھنے کے نتیجہ میں یا غلط روایات کے پہنچنے کے نتیجہ میں ہو سکتا ہے ہمارے دل میں کجی پیدا ہو جائے ان کے لئے سختی پیدا ہو جائے تو دعا سکھائی کہ اے اللہ! ان کے لئے ہمارے دل کو نرم رکھنا۔ وجہ کیا ہے؟ یہی کہ وہ خدا کو چاہنے والے تھے۔ اور وہی مضمون ہے کہ مجھے چاہتے ہو تو میرے چاہنے والوں کو بھی چاہو اس کے بغیر وحدت نہیں پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ ہے اس کا فلسفہ۔ اگر خدا سے عشق کے نتیجہ میں رقابت پیدا ہوتی اور رقابت کی اجازت ہوتی تو جتنے خدا سے محبت کرنے والے تھے اتنی ہی تعداد میں خدا کی خدائی کے تصور بٹ جاتے۔ امت واحدہ کے پیدا ہونے کا سوال ہی باقی نہ رہتا۔ ہر خدا سے محبت کرنے والا دوسرے خدا سے محبت کرنے والے سے جل رہا ہوتا، حسد کر

رہا ہوتا، نفرت کر رہا ہوتا کہ وہ کون ہوتا ہے اس خدا سے محبت کرنے والا جس سے میں کر رہا ہوں۔

محبت رسول ﷺ کی اعلیٰ حسین اور کامل تعلیم:

یہ جہالت کا عشق تو صرف دنیا کے لئے خدا نے رہنے دیا اپنے لئے وہ عشق چنا جو وحدت کاملہ پیدا کرتا چلا جاتا ہے اور اس وحدت کا دائرہ بڑھتا چلا جا رہا ہے یہ وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے محبت کی تعلیم اس رنگ میں خدا تعالیٰ نے دی اور جس وسعت کے ساتھ اور جس حکمت باہمی رابطے کے ساتھ قرآن کریم میں محبت کی تعلیم ہے آپ جائزہ لے کر دیکھ لیں دنیا کے کسی اور مذہب میں آپ کو اس جیسی، اتنی حسین، اتنی کامل، اتنی مربوط تعلیم دکھائی نہیں دے گی۔ آنحضرت ﷺ سے محبت پہلی بات یہ کہ کسی حکم یا جبر کی وجہ سے نہیں اس لئے ہے کہ وہ محبت کے لائق وجود ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے نشاندہی فرما دی اور گواہی دے دی کہ اس سے بڑھ کر تمہیں اور کیا دلیل چاہئے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اگر انسان زیادہ حسین ہو تو کم تر حسن سے محبت کرنے کے کم امکانات ہوتے ہیں جتنا زیادہ کوئی حسین ہو اتنا اس کا معیار حسن بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کے حسن کی سب سے بڑی دلیل اس آیت میں رکھ دی گئی ہے کہ وہ اتنا حسین ہے کہ میں اس سے محبت کر رہا ہوں اور اتنی محبت کرتا ہوں کہ اگر اس کی پیروی کرو گے، تم اس سے محبت کرو گے تو میں تم سے بھی محبت کرنے لگ جاؤں گا۔

آنحضرت ﷺ کے محاسن کا بکثرت ذکر ہونا چاہئے:

پس آنحضرت ﷺ میں ذاتی حسن موجود ہے اور یہ حسن جو ہے اس کا بیان ہونا چاہئے اس کا تذکرہ چلنا چاہئے۔ اس کی مجالس ہونی چاہئیں۔ بڑوں اور چھوٹوں کو اس سے ذاتی واقفیت ہونی چاہئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رخ پہ آئے دل
کیسے کوئی خیالی صنم سے لگائے دل

پس آنحضرت ﷺ کی محبت کا جب قرآن کریم نے حکم دیا جب قرآن کریم نے احسان فرمایا ہم پر یہ بتا کر کہ بہت ہی محبوب ہستی موجود ہے اس کا پیار تمہارے دل میں خدا کا پیار پیدا کرے گا اور خدا تم سے پیار کرنے لگے گا۔ تو محض یہ کہنا تو کافی نہیں کہ بن دیکھے کس طرح کسی مہ رخ پہ آئے دل آنحضرت ﷺ کا دکھانا ضروری ہے۔

اس لئے میں نے گزشتہ سال یہ تاکید کی تھی کہ جوں جوں ہم غلبہ اسلام کی صدی میں داخل ہونے کے لئے قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں سیرت کے موضوع پر جلسوں کی کثرت ہونی چاہئے تاکہ اس صدی میں اللہ اور رسول ﷺ کے عاشقوں کا ایک قافلہ داخل ہو، محض اسلام کے غالب آنے کے بڑے بڑے نعرے بلند کرتے ہوئے خالی دل لوگ نہ ہوں بلکہ ایسے جن کے دل عشق الٰہی اور عشق محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھرے ہوئے ہوں جن کے خون میں یہ عشق و محبت جاری ہو چکی ہو اس زاد راہ کے بغیر آپ اپنی اگلی صدی کی نسلوں کی زندگی میں کوئی عظیم الشان تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے۔

بہت بڑی صدی ہے جو ہمارا انتظار کر رہی ہے۔ اس میں بہت بڑے بڑے کام ہونے والے ہیں۔ انہوں نے ہم سے رنگ پکڑنے ہیں اور وہ رنگ لے کر انہوں نے آگے بڑھنا ہے اس سے اگلی صدی کی طرف۔ پس پیشتر اس کے کہ وہ وقت پہنچ جائے اور ہم اس صدی میں داخل ہو رہے ہوں ہمیں چاہئے کہ ہم اس حسن کامل سے مزین ہونے کی کوشش شروع کر دیں جو اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کے نتیجے میں ظاہر ہوتا ہے اسی کے نتیجے میں عطا ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی پیروی کا ایک اور عظیم الشان پہلو:

آنحضرت ﷺ کی پیروی کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے خود حضور اکرم ﷺ کو اپنی پیروی سکھائی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ (سورۃ الانعام آیت ۱۰۷) کہ جو کچھ خدا تعالیٰ تجھ پر وحی کی صورت میں نازل فرما رہا ہے وہ کرتا چلا جا۔ اور مشرکوں سے اعراض کر، اور کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ، پس حضرت رسول اکرم ﷺ کی پیروی میں کوئی ثانویت نہیں ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ خدا کہتا ہے کہ مجھ سے پیار کرتے ہو تو ایک اور تیسرے شخص سے بھی پیار شروع کر دو۔ ایک ایسے شخص کے پیار کا حکم دیا جا رہا ہے جس کو خدا نے خود تربیت دے کر اپنے رنگ اس پر چڑھائے ہیں اور اپنے حسن کو زیادہ ہماری دسترس میں پہنچا دیا ہے انسان کا جہاں تک تعلق ہے انسان کو انسان سے کوئی ملتی جلتی شکل نظر آنی چاہئے جس کے نتیجہ میں وہ اس سے محبت کرے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے وہاں کچھ لوگ بتوں کو سجا رہے تھے انہیں کھڑا کر کے بُندے پہنا رہے تھے ان پر لباس چڑھا رہے تھے اور پھر وہ خود ہی ان و سجا کر ان کو سجدے کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا حرکتیں کر رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہم اس لئے ان کی عبادت کرتے ہیں ان سے پیار کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کا پیار سکھاتے ہیں ان کے پیار کے ذریعہ ہمیں اللہ کا پیار حاصل ہوتا ہے۔ اس دن یہ آیت نازل ہوئی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کتنی بے وقوفی ہے بتوں سے تم کس طرح خدا کا پیار سیکھ سکتے ہو وہ تو نہ پیروی کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور نہ ان کی پیروی کی جا سکتی ہے۔ خدا کا پیار تو اس سے سیکھا جا سکتا ہے جسے خود خدا نے اپنا پیار سکھایا ہو چونکہ مجھے خدا نے اپنا پیار سکھا دیا ہے اس لئے تم میری پیروی کرو۔ اگر یہ تمہارا دعویٰ ہے تو پھر بتوں کی پیروی سے

خدا کا پیار تو نہیں آسکتا۔

آنحضرت ﷺ سے کامل محبت اور آپؐ کی کامل پیروی کی تعلیم:

ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی محبت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے یا پیروی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم کہہ دے اے میرے بندو! یہاں لفظی ترجمہ ہے اے میرے بندو! محمد مصطفیٰ ﷺ کو کہا جا رہا ہے کہ اعلان کرو "بنی نوع انسان سے کہہ دو اے میرے بندو!" بعض تفسیر کرنے والے بڑی مشکل اور الجھن میں پڑ گئے کہ آنحضرت ﷺ تو توحید کامل کا پیغام لے کر آئے خدا آپؐ کو یہ سکھا رہا ہے کہ کہو اے میرے بندو! حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس موضوع پر ایک سے زیادہ مرتبہ لکھا اور ہر موقع پر بہت ہی لطیف تفسیر فرمائی ہے۔

ایک موقع پر آپ فرماتے ہیں یہاں عبادی سے مراد غلام ہے مخلوق نہیں پس قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ سے مراد یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! یہ اعلان کر کہ اے میرے غلامو! تو پیروی کا مضمون تصویری زبان میں ہمیں سکھایا جا رہا ہے یہاں جب خدا کہتا ہے اتبعونی کا اعلان کرو تو مراد یہ ہے کہ میرے غلامانہ عاشق ہو جاؤ۔ جس طرح غلام آقا کی پیروی کرتا ہے اور اس پیروی سے سرمو انحراف کی طاقت نہیں پاتا ایسی کامل محبت کرو کہ محمد مصطفیٰ ﷺ سے کہ تم میں استطاعت نہ رہے نافرمانی کی گویا کہ طوعی طور پر تمہاری ساری طاقتیں پورے طور پر آنحضرت ﷺ کے سپرد ہو جائیں۔ کیوں ہو جائیں؟ اس کی دلیل قرآن کریم دوسری جگہ دے رہا ہے فرماتا ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ میں تجھے کہتا ہوں کہ میرے غلام بن جاؤ۔ سب کچھ میرے سپرد کردو اور عاشقانہ رنگ میں میری پیروی کرنا شروع کردو اس لئے نہیں کہ میری ذات میں کچھ رکھا ہے۔ میں تو اپنا سب کچھ لٹا چکا ہوں، میں نے اپنا کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا یہ بھی اعلان کروا رہا ہے خدا قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ میری ساری عبادتیں اور

ان کا ایک ایک پہلو میرے سارے روزے اور قربانیاں اور ان کا ہر پہلو، میرا مرنا اور میرا جینا سب کچھ خدا کے لئے ہو چکا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ کے متعلق جب خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ ان کے سپرد ہو جاؤ تو اس لئے نہیں کہ ایک بشر کو دوسرے بشر کے سپرد ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے بلکہ اس لئے کہ ایک بشر کو ایک ایسے وجود کے سپرد ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے جس نے اپنی بشریت کو فنا کر کے کلیتہً اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا۔ یہ اگر ہو تو پھر تمام انعامات کے دروازے کھلے ہیں۔ مگر اس موقع پر انعامات کا ذکر نہیں۔ ایک اور پہلو بیان کیا جا رہا ہے۔ فرمایا اَلَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ وہ لوگ جنہوں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں پہاڑوں کے برابر بھی خواہ گناہ کئے ہوں ان کے لئے بھی کوئی خوف نہیں ہے۔ اگر وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیچھے لگ جائیں گے اور غلاموں کی طرح پیچھے لگیں گے تو ان کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ کیونکہ خدا تمام گناہ بخشنے کی طاقت رکھتا ہے شرط یہ ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے عباد بن جاؤ چنانچہ یہ جو تثلیث کا مسئلہ اور ہماری خاطر ایک نجات دہندہ نے اپنے آپ کو نعوذ باللہ من ذالک لعنت میں ڈالا یہ جو تصور پیش کیا جاتا ہے اس سب کا بطلان کر دیا اس آیت میں فرمایا وہ وجود جو خدا کے سپرد ہوگیا کلیتہً کامل طور پر اس کا ہوگیا، اگر تم اس کے پیچھے آنا چاہتے ہو تو یہ خوف دامن گیر نہ رہے کہ ہم گناہ گار ہیں ہم کیسے پیچھے چلیں گے۔ ہم کون ہوتے ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرنے والے یہ خیال دل میں پیدا ہو سکتا ہے فرمایا نہیں۔ اگر اس وجود کی پیروی کرو گے تو تم دیکھو گے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپؐ کے طرزِ زندگی سے خدا کو اتنا پیار ہے کہ آپؐ کی خاطر اس حسن و ادا کی خاطر جو تم اختیار کرو گے محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر قسم کے گناہ معاف فرماتا چلا جائے گا۔ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (الزمر:۵۴) یقیناً وہ بہت ہی بخشنے

والا اور بہت ہی مہربان ہے۔

امیدوں کی آخری مقام تک رسائی:

پھر ایک اور مقام پر منفی لحاظ سے جو خوف تھے وہ دور کیئے مثبت لحاظ سے امیدوں کو آخری مقام تک پہنچادیا فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء : ..) کہ جب محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کا حکم دیا جاتا ہے محبت کے نتیجہ میں اور پیار کی وجہ سے تو فرمایا اس کے بعد جب میں کہتا ہوں تم میرے محبوب بن جاؤ گے تو اس طرح محبوب بنا کر میں تمہیں کیا دوں گا ، کوئی وعدہ میں وضاحت بھی تو ہونی چاہیئے کہ محبوب کے ساتھ خدا کیا سلوک فرمائے گا۔ فرمایا اگر تم محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرو اس وجہ سے کہ یہ خدا کی پیروی کرنے والا ہے مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (یں ایک بریکٹ میں باندھ دیا ہے۔ ایک کی پیروی دوسرے کی پیروی سے الگ نہیں ہو سکتی یہ مضمون بیان ہو رہا ہے) فرمایا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ تم دیکھو گے کہ خدا کے انعامات کی بارشیں برستی ہیں تم پر اور تم دیکھو گے کہ کوئی انعام بھی ایسا نہیں جو اس پیروی کے نتیجہ میں نہ پاسکو۔ فرمایا مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ کتنے عظیم الشان بلند پہاڑوں کی طرح انعام ہیں۔ نبیوں کا انعام ہے فرمایا تمہاری اطاعت کا درجہ یہ طے کرے گا کہ تم اس پیروی کے نتیجہ میں خدا کے کتنے محبوب بنتے ہو۔ اگر صالحیت تک ہی پہنچتے ہو تو وہ انعام بھی خدا نہیں روکے گا اور اگر آگے بڑھ کر شہادت کے مقام تک پہنچ جاتے ہو تو تمہیں محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی سے شہادت کا مقام نصیب ہوگا۔ اگر اس سے آگے قدم رکھنے کی ہمت ہے اور صدیقیت کی شان اپنے اندر پیدا کرتے ہو تو یقین جانو کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی صدیقیت کے مقام تک پہنچائے گی اور یہ انعام بھی تم پر نازل ہوگا۔ اور اگر اس

سے بھی آگے بڑھنے کی طاقت ہے اور اپنا کامل وجود محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے کھو دینے کی عظمت پاتے ہو تو پھر یقین جانو کہ تمہیں ظلی نبوت بھی عطا ہوگی جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کے نتیجہ میں عطا ہو سکتی ہے یہ محبت لامتناہی انعامات کے دروازے کھولتی چلی جا رہی ہے۔ یہ محبت اس محبت کا آغاز اس دعوے اس تمنا اور اس اقرار سے ہوا کہ ہم خدا سے محبت کرتے ہیں۔ سارے رستے کھول دیئے اور اس کے سارے پہلو بیان فرمائے لیکن یہ مضمون تو جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا قرآن کریم پر حاوی ہے۔ قرآن کریم میں ہر طرف پھیلا پڑا ہے۔ اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر تو چند خطبات میں روشنی ڈالی نہیں جا سکتی صرف ایک دو امور ان خطبوں میں بیان کرنے کے لئے چنے ہیں۔

آنحضرت ﷺ سے حضرت مسیح موعود کی کامل محبت:

آخر پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا اقرار آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ایک ایسے شخص کا اقرار جس نے اپنے آپ کو سپرد کیا محبت کی اور آنحضرت ﷺ کو محبوب پایا۔ اس قدر عشق آپ کے دل میں حضرت رسول اکرم ﷺ کا موجزن تھا کہ اس کی کوئی مثال آپ کو اور کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ نہ دنیا کے عاشقوں میں اور نہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد روحانی عاشقوں میں آپ یہ نظارہ دیکھیں گے ایک موقع پر فرمایا۔

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ÷ محمدؐ ہست برہان محمدؐ

تم صداقت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دلیل مانگتے ہو تو ایک ہی دلیل ہے تم عاشق ہو جاؤ اس پر۔ اب ایک ایسا شخص جو اس عظیم الشان عرفان کے تجربے سے نہ گذرا ہو وہ یہ بات کہہ ہی نہیں سکتا۔ فرمایا محمد مصطفیٰ ﷺ کو پانا جو ہے یہ تو حسن کے رستے سے پانا ہے تم منطقی دلائل کیا ڈھونڈ رہے ہو۔ ایک حسین وجود ہے اس کو دیکھو اور عاشق ہو جاؤ ع محمدؐ ہست برہان محمدؐ۔ محمد ﷺ خود اپنے حسن کی دلیل ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی دلیل نہیں دی جا سکتی پھر فرماتے ہیں:-

"میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں نے اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔ اور میں اس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت ﷺ کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے"

اور میں اس جگہ یہ بھی بتاتا ہوں کہ یہ ہے راز ساری باتوں کا جس پر آکر ہر چیز کی تان ٹوٹتی ہے۔ میں نے اس سے پہلے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر پڑھ کر سنائی تھی اس میں یہ نکتہ بیان فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا آخری نقطہ دل میں پیدا ہوتا ہے، اس کا دماغ سے تعلق نہیں ہے اور وہی بات رسول اکرم ﷺ کی پیروی کے متعلق آپ بیان فرماتے ہیں:۔

"سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے اور میں اس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے جو سچی اور کامل پیروی آنحضرت ﷺ کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ سو یاد رہے کہ وہ قلب سلیم ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذت کا

طالب ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد ایک مصفّٰی اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلب سلیم کے حاصل ہوتی ہے اور یہ سب نعمتیں آنحضرت ﷺ کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷)

اس مضمون کے جو چند پہلو میں آج بیان کرنا چاہتا تھا۔ ایک تو وقت تھوڑا ہے دوسرے ان میں سے چند کا بیان بھی سردست ممکن نہیں ہے۔ لیکن میں نے آپ سے گزشتہ خطبے میں ذکر کیا تھا کہ میں ایک تحریک جماعت کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جس کا اس مضمون سے تعلق ہے۔

محبت الٰہی کی وسیع اور کامل تعلیم:

حقیقت یہ ہے کہ محبت کے نتیجہ میں انسان تحائف پیش کرتا ہے اور قرآن کریم نے بھی ہر اس چیز کے ساتھ جو خدا کی راہ میں پیش کی جاتی ہے محبت کی شرط لگا دی بلکہ نیکی کی تعریف میں محبت کے تحفے کو بطور شرط کے داخل فرما دیا۔ فرمایا: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تم نیکی کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے نیکی کی باتیں کرتے ہو تمہیں پتہ کیا ہے کہ نیکی کیا ہے۔ تم نیکی کی گرد کو بھی نہیں پا سکو گے۔ اگر یہ راز نہ جان لو کہ خدا کے رستے میں وہ چیز پیش کرو جس سے تمہیں محبت ہے۔ اپنی محبوب چیزوں کو خدا کی راہ میں پیش کرنا سیکھو۔ پھر تم کہہ سکتے ہو کہ ہاں ہم نے نیکی کا مفہوم سمجھ لیا ہے یہاں بھی محبت ہی کا مضمون جاری ہے۔

مجھے حیرت ہوتی ہے بعض دفعہ عیسائیوں کے اس ادعا پر کہ اسلام کو محبت کا کیا پتہ، محبت کی تعلیم تو عیسائیت نے سکھائی ہے۔ اس ضمن میں حضرت مسیح کی تعلیم کے کچھ اقتباسات میں ساتھ لے کر آیا تھا مگر اب ان کو پڑھ کر سنانے کا وقت نہیں ہے۔ آپ خود ان کو پڑھ کر دیکھیں آپ کو نمایاں فرق محسوس ہوگا کہ اسلام کی محبت کی تعلیم اتنی وسیع

اور اتنی کامل ہے کہ اگرچہ مسیح کی محبت کی تعلیم بھی بہت ہی حسین ہے بہت دلکش ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن جب مقابلے پر پرکھتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ اس چہرے پر نور نہیں رہا۔ پھیکی پڑنے لگ جاتی ہے اسلام کی تعلیم کے مقابل پر لیکن ہرگز اپنی ذات میں وہ حسن سے خالی نہیں بہت ہی پیاری بہت ہی دلکش تعلیم ہے اس سے کوئی انکار نہیں مگر اسلام نے محبت کی تعلیم اس انسانی زندگی کے ہر جزو میں داخل کر دیا ہے۔ اس تفصیل کے ساتھ آپ کو کسی اور مذہب میں محبت کے فلسفے کا بیان نہیں ملے گا۔ فرمایا: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تم نیکی کو جانتے ہی نہیں تمہیں پتہ ہی کیا ہے نیکی کیا ہوتی ہے اگر یہ بات نہ سیکھو کہ خدا کی راہ مین سب سے اچھی چیز سب سے پیاری چیز نہ قربان کرنی شروع کر دو یا خدا کی راہ میں اپنی سب سے پیاری چیز دینے کی تمنا اگر تمہارے دل میں پیدا نہیں ہوتی تو تم نیکی کو نہیں جانتے۔

آنحضرت ﷺ کی محبت الٰہی کا درجہ کمال:

اس کسوٹی پر جب ہم انبیاء کو پرکھتے ہیں اور خصوصاً حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں یہ چیز درجہ کمال کو پہنچی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ بہت سے انسان ایسے ہیں جو محبت کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہمیں اچھی چیز پیش کرنی چاہئے اور پھر سوچتے ہیں اور متردد رہتے ہیں کہ یہ پیش کروں یا وہ پیش کروں یہ پیش کروں کہ وہ پیش کروں۔ چنانچہ صوفیاء کے بھی بہت دلچسپ واقعات اس میں ملتے ہیں اور عام دنیا میں محبت کرنے والوں کے بھی بہت سے واقعات ملتے ہیں ایک خیال آیا کہ یہ مجھے چیز زیادہ پیاری ہے۔ پھر خیال آیا کہ نہیں یہ زیادہ پیاری ہے پھر خیال آیا کہ یہ زیادہ پیاری ہے اور پھر آخر میں وہی پیش کی۔ چنانچہ ہمایوں کے متعلق بھی بابر نے جب یہ سوچا کہ ہمایوں کی زندگی بچانے کے لئے میں خدا کے سامنے اپنی کوئی پیاری چیز پیش کروں تو کہتے ہیں کہ بابر اس کے گرد گھومتا رہا اس نے سوچا کہ میں یہ ہیرا جو مجھے

بہت پیارا ہے دے دوں پھر خیال آیا کہ ہیرا کیا چیز ہے میں یہ دے دوں پھر خیال آیا کہ پوری سلطنت مجھے بہت پیاری ہے میں پوری سلطنت دے دیتا ہوں اور پھر سوچتا رہا۔ پھر آخر اس کو خیال ایا اس کے نفس نے اس کو بتایا کہ تجھے تو اپنی جان سب سے زیادہ پیاری ہے اس وقت اس نے یہ عہد کیا اور خدا سے دعا کی کہ اے خدا واقعی اب میں سمجھ گیا ہوں کہ مجھے سب سے زیادہ پیاری چیز میری جان ہے۔ اے خدا! تو میری جان لے لے اور میرے بیٹے کی جان بچالے تاریخ میں لکھا ہے کہ واقعہ اس وقت کے بعد سے پھر ہمایوں کی صحت سدھرنے لگی اور بابر کی صحت بگڑنے لگی۔

تو لوگ یہ سوچتے رہتے ہیں کہ کیا چیز پیاری ہے اور کیا کم پیاری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ نہیں سوچا بلکہ اپنا سب کچھ پیش کر دیا۔ اپنا سونا جاگنا اٹھنا اور بیٹھنا کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی ہر چیز پیاری ہوتی ہے اور جب وہ زیادہ پیاری چیز دیتا ہے تو اس کے دل میں ایک اطمینان رہ جاتا ہے کہ کچھ کم میں نے اپنے لئے بھی روک لی ہے۔ اس سے کم جب پیاری دے دیتا ہے تو پھر اس کو کچھ نہ کچھ اپنے ہاتھ میں بھی دکھائی دیتا ہے اور وہ پھر اس کے بعد سب سے پیارا ہو جاتا ہے جو چیز پیچھے ہٹتی چلی جاتی ہے وہ زیادہ پیاری ہوتی چلی جا رہی ہوتی ہے کسی ماں کا سب سے لاڈلہ بچہ مر جائے تو دوسرے بچے سے پہلے سے بڑھ کر پیار ہو جاتا ہے اور یہ مضمون انسانی فطرت کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔

پس آنحضرت ﷺ نے یہ سودا نہیں کیا کہ اے خدا! میں نے اپنی سب سے زیادہ پیاری چیز پیش کر دی یعنی اپنی جان دے دی اس لئے اب باقی چیزیں میری رہ گئیں بلکہ فرمایا قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ اے محمد ﷺ! تو ایک محبت کرنی سکھا ان غلاموں کو یہ تیرے غلام بن چکے ہیں مگر نہیں جانتے کہ کس طرح مجھ سے محبت کی جاتی ہے۔ تو محبت کے راز بتا ان کو۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کا حکم

نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ در پردہ عشق کے راز نہ بتاتے کسی کو۔ یہ بھی ایک عجیب حسین پہلو ہے جو میری نظر میں ابھرا اور بے ساختہ دل اور بھی زیادہ فریفتہ ہوگیا۔ بعض جگہ حکماً خدا تعالیٰ نے اپنے راز و نیاز کی باتیں بنی نوع انسان کو بتانے پر پابند فرما دیا آنحضرت ﷺ کو ورنہ وہ بتاتے تو لوگوں کو پتہ چلتا کہ اتنا حسین ہے اس شان کا نبی جو اس قدر منکسر المزاج ہو اس کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے حسن پر پردے ڈالتا چلا جاتا ہے اور اپنی کمزوریوں کو چھپاتا نہیں یہی بنیادی فرق ہے مادہ پرست اور خدا پرست میں۔ مادہ پرست اپنی کمزوریوں پر پردے ڈالتا چلا جاتا ہے اور اپنے معمولی سے حسن کو بھی اچھالتا ہے اور دکھاتا اور اس کی نشوونما کرتا ہے اور پبلسٹی اس کی زندگی کے ہر شعبے کا ایک جزو لاینفک بن جاتی ہے۔

وقف کامل اور اس کا ثمرہ:

خدا تعالیٰ نے حکماً رسول اکرم ﷺ کو پابند فرمایا کہ تیری بعض خوبیاں جو میری نظر میں ہیں تیرے غلاموں کا بھی حق ہے کہ ان کو پتہ چلے اس لئے کہ تاکہ وہ تمہاری پیروی کرکے مجھ تک پہنچنا سیکھ جائیں۔

ان میں سے ایک یہ تھا کہ اپنا سب کچھ دیدے چنانچہ انبیاءؑ کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنا سب کچھ دینے کی خاطر یہ سوچتے سوچتے کہ ہم اور کیا دیں اور کیا دیں اپنی اولادیں بھی پیش کرتے ہیں بعض دفعہ ابھی اولاد پیدا بھی نہیں ہوتی کہ وہ پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ ابرار کی بھی یہ سنت ہے انبیاء کے علاوہ جیسے حضرت مریم کی والدہ نے یہ التجا کی خدا سے:

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (سورۃ آل عمران آیت ۳۶) کہ اے میرے رب! جو کچھ بھی میرے پیٹ میں ہے میں تیرے لئے پیش کر رہی ہوں۔ مجھے نہیں پتہ کیا چیز ہے لڑکی ہے کہ لڑکا ہے اچھا ہے یا برا ہے۔ مگر جو کچھ ہے میں تمہیں دے رہی ہوں فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ مجھ سے قبول فرما۔ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ تو

بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے یعنی سنتا ہے اور علم رکھتا ہے اس مضمون کا الگ تعلق ہے اس لئے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہرحال یہ دعا حضرت مریم کی والدہ جو آل عمران سے تھیں کی خدا تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ اسے قرآن کریم میں آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کرلیا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اپنی اولاد کے متعلق اور دوسرے انبیاء کی دعائیں اپنی اولاد کے متعلق یہ ساری قرآن کریم میں محفوظ فرمائیں۔ بعض جگہ آپ کو ظاہر طور پر وقف کا مضمون نظر نہیں آئے گا جیسا کہ یہاں آیا ہے محرراً اے خدا میں تیری راہ میں اس بچے کو وقف کرتی ہوں۔ لیکن بسا اوقات آپ کو یہ دعا نظر آئے گی کہ اے خدا! جو نعمت تو نے مجھے دی ہے وہ میری اولاد کو بھی دے اور ان میں بھی انعام جاری فرما۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رنگ میں دعا کی۔ لیکن حقیقت میں اگر آپ غور کریں تو جو انعام مانگا جا رہا ہے وہ وقف کامل ہے۔ کامل وقف کے سوا نبوت ہو نہیں سکتی اور سب سے زیادہ چنانچہ بنی نوع انسان سے آزاد یعنی محرر اور خدا کی غلامی میں جکڑا جانے والا نبی ہوتا ہے۔

تو امر واقعہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ دعا کرتا ہے کہ میری اولاد میں نبوت کو جاری فرما تو اس دعا کا حقیقی معنی یہ ہے کہ میری اولاد کو ہمیشہ میری طرح غلام در غلام بناتا چلا جا۔ اپنی محبت میں اور اپنی اطاعت میں جکڑتا چلا جا اتنا کامل طور پر جکڑنے کو ان میں کوئی بھی آزادی کا پہلو نہ رہے۔ تو محرراً کے مقابل دنیا سے آزاد کرکے میں تیرے سپرد کرتی ہوں۔ یہ مضمون اور بھی زیادہ بالا ہے وقف کا کہ میری اولاد کو تو اپنی غلامی میں جکڑ لے اور ان کا کوئی پہلو بھی آزاد نہ رہنے دے۔

بہرحال یہ بھی ایک پہلو ہے کہ جو کچھ تھا وہ تو دیا خدا کی راہ میں لیکن جو ابھی ہاتھ میں نہیں آیا وہ بھی پیش کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو چلہ کشی کی تھی وہ بھی اسی مضمون کے تحت آتی ہے۔ آپ چالیس دن یہ گریہ و زاری

کرتے رہے دن رات کہ اے خدا! مجھے اولاد دے اور وہ دے جو تیری غلام ہو جائے میری طرف سے ایک تحفہ ہو تیرے حضور۔

اگلی صدی کے استقبال کے متعلق ایک نہایت مبارک تحریک:

پس میں نے یہ سوچا کہ ساری جماعت کو میں اس بات پر آمادہ کروں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے جہاں ہم روحانی اولاد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں دعوت الی اللہ کے ذریعہ وہاں اپنے آئندہ ہونے والے بچوں کو خدا کی راہ میں ابھی سے وقف کر دیں اور یہ دعا مانگیں کہ اے خدا! ہمیں ایک بیٹا دے لیکن اگر تیرے نزدیک بیٹی ہی ہونا مقدر ہے تو ہماری بیٹی ہی تیرے حضور پیش ہے۔ ما فی بطنی جو کچھ بھی میرے بطن میں ہے یہ مائیں دعائیں کریں اور والد بھی ابراہیمی دعائیں کریں کہ اے خدا! ہمارے بچوں کو اپنے لئے چن لے ان کو اپنے لئے خاص کر لے تیرے ہو کر رہ جائیں۔ اور آئندہ صدی میں ایک عظیم الشان واقفین بچوں کی فوج ساری دنیا سے اس طرح داخل ہو رہی ہو کہ وہ دنیا سے آزاد ہو رہی ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ کے خدا کی غلام بن کے اس صدی میں داخل ہو رہی ہو چھوٹے چھوٹے بچے ہم خدا کے حضور تحفہ کے طور پر پیش کر رہے ہوں۔

اور اس وقف کی شدید ضرورت ہے آئندہ سو سالوں میں جس کثرت سے اسلام نے ہر جگہ پھیلنا ہے وہاں لاکھوں تربیت یافتہ غلام چاہئیں۔ جو محمد رسول اللہ ﷺ کے خدا کے غلام ہوں واقفین زندگی چاہئیں کثرت کے ساتھ اور ہر طبقہ زندگی سے واقفین زندگی چاہئیں۔ ہر ملک سے واقفین زندگی چاہئیں۔

اس سے پہلے بھی ہم تحریک کرتے رہے ہیں بہت کوشش کرتے رہے لیکن بالعموم بعض خاص طبقوں نے عملاً اپنے آپ کو وقف زندگی سے مستثنیٰ سمجھا ہے عملاً جو واقفین سلسلہ کو ملتے رہے ہیں وہ زندگی کے ہر طبقے سے نہیں آئے بعض بہت صاحب حیثیت

لوگوں نے بھی اپنے بچے پیش کئے لیکن بالعموم دنیا کی نظر میں جس طبقے کو بہت زیادہ عزت سے نہیں دیکھا جاتا درمیانے درجہ کا جو طبقہ ہے غریبانہ اس میں سے بچے پیش ہوتے رہے ہیں اس طبقہ سے واقفین زندگی کا آنا ان واقفین زندگی کی عزت بڑھانے کا موجب ہے عزت گرانے کا موجب نہیں۔ لیکن دوسرے طبقوں سے نہ آنا ان طبقوں کی عزت گرانے کا ضرور موجب ہے۔

پس میں اس پہلو سے مضمون بیان کر رہا ہوں کہ کسی کو ہرگز کوئی یہ غلط فہمی سے نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ من ذالک جماعت محروم رہ جائے گی اور جماعت کی عزت میں کمی آئے گی اگر ظاہری عزت والے لوگ اپنے بچے وقف نہ کریں۔ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان کی عزتیں باقی نہیں رہیں گی جو بظاہر دنیا میں معزز ہیں خدا کے نزدیک وہ اپنے آپ کو آئندہ ذلیل کرتے چلے جائیں گے اگر انہوں نے خدا کے حضور اپنے بچے پیش کرنے کا گر نہ سیکھا اور یقین نہ کر لیا انبیاء کے بچوں سے زیادہ اور کوئی دنیا میں معزز نہیں ہو سکتے انہوں نے اس عاجزی سے وقف کئے ہیں اس طرح گریہ و زاری کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے اور روتے ہوئے وقف کئے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے ان کو دیکھ کر۔

جماعت کے ہر طبقہ سے لکھوکھہا واقفین آنے چاہئیں:

اگلی صدی میں واقفین زندگی کی شدید ضرورت ہے کہ جماعت کے ہر طبقہ سے لکھوکھہا کی تعداد میں واقفین زندگی اس صدی کے ساتھ ہم دراصل خدا کے حضور تحفہ پیش کر رہے ہوں گے لیکن استعمال تو اس صدی کے لوگوں نے کرنا ہے بہرحال۔ تو یہ تحفہ ہم اس صدی کو دینے والے ہیں اس لئے جن کو بھی توفیق ہے وہ اس تحفے کے لئے بھی تیار ہو جائیں۔

ہو سکتا ہے اس نیت سے اس نذر کی برکت سے بعض ایسے خاندان جن میں اولاد نہیں پیدا ہو رہی اور ایسے میاں بیوی جو کسی وجہ سے اولاد سے محروم ہیں اللہ تعالیٰ اس

قربانی کی روح کو قبول فرماتے ہوئے ان کو بھی اولاد دیدے خدا تعالیٰ اس سے پہلے یہ کر چکا ہے۔ جو انبیاء اولاد کی دعائیں مانگتے ہیں وقف کی خاطر مانگتے ہیں تو بعض دفعہ بڑھاپے میں بھی ان کو اولاد ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں بھی ہو جاتی ہے کہ بیوی بھی بانجھ اور خاوند بھی۔ حضرت زکریا کو دیکھیں کس شان کی دعا کی یہ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں میرا سر بھڑک اٹھا ہے بڑھاپے کے شعلوں سے ہڈیاں تک جل گئی ہیں اور میری بیوی بانجھ ہے عاقر ہے بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہی کوئی نہیں لیکن میری یہ تمنا ہے کہ میں تیری راہ میں ایک بچہ پیش کروں میری یہ تمنا قبول فرما وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا اے میرے رب! میں تیرے حضور یہ دعا کرتے کرتے کبھی بھی مایوس نہیں ہوا۔ کبھی بھی کسی دعا سے بھی تیرے حضور مایوس نہیں ہوا شقیا کا لفظ حیرت انگیز فصاحت و بلاغت رکھتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا میں ایسا بدبخت تو نہیں کہ تیرے حضور دعا کر رہا ہوں اور مایوس ہو جاؤں اور تھک جاؤں اس عظمت کی اس درد کی دعا تھی کہ اسی وقت دعا کی حالت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے یحیٰی کی خوشخبری دی خود اس کا نام رکھا اس میں بھی عظیم الشان خدا کے پیار کا اظہار ہے عجیب کتاب ہے قرآن کریم ایسی ایسی پیار کی ادائیں سکھاتی ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ آپ کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ آپ سوچتے ہیں کس سے نام رکھوائیں اور اسی جذبہ سے جو للّٰی محبت جماعت احمدیہ کو ہر خلیفہ وقت سے ہوتی ہے بعض لوگ بلکہ بڑی کثرت سے لوگ مجھے لکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے پیشتر اس کے کہ حضرت زکریا کہتے ہیں میں اس کا کیا نام رکھوں یا سوچتے کہ میں کیا نام رکھوں خوشخبری کے ساتھ ہی فرمایا اِسْمُهٗ يَحْيٰى ہم رکھ رہے ہیں نام یہ پیار حضرت زکریا سے تھا یہ حضرت زکریا کی دعا سے پیار تھا۔

اگلی صدی میں خدا کے حضور پیش کیا جانے والا تحفہ:

پس اس رنگ میں آپ اگلی صدی میں جو خدا کے حضور جو تحفے بھیجنے والے ہیں یا

مسلسل بھیج رہے ہیں مسلسل احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بے شمار چندے دے رہے ہیں۔ مالی قربانیں کر رہے ہیں، وقت کی قربانیاں کر رہے ہیں۔ واقفین زندگی ہیں ایک تحفہ جو مستقبل کا تحفہ ہے وہ باقی رہ گیا تھا۔ مجھے خدا نے یہ توجہ دلائی کہ میں آپ کو بتا دوں کہ آئندہ دو سال کے اندر یہ عہد کرلیں جس کو بھی جو اولاد نصیب ہوگی وہ خدا کے حضور پیش کر دے اور اگر آج کچھ مائیں حاملہ ہیں تو وہ بھی اس تحریک میں اگر پہلے شامل نہیں ہو سکی تھیں.................. تو اب ہو جائیں یہ بھی عہد کریں لیکن ماں باپ کو مل کر عہد کرنا ہوگا دونوں کو اکٹھے فیصلہ کرنا چاہئے تاکہ اس سلسلہ میں پھر یک جہتی پیدا ہو اولاد کی تربیت میں اور بچپن ہی سے ان کی اعلیٰ تربیت کرنی شروع کر دیں اور اعلیٰ تربیت کے ساتھ ان کو بچپن ہی سے اس بات پر آمادہ کرنا شروع کریں کہ تم ایک عظیم مقصد کے لئے ایک عظیم الشان وقت میں پیدا ہوئے ہو جبکہ غلبہ اسلام کی ایک صدی غلبہ اسلام کی دوسری صدی سے مل گئی ہے۔ اس سنگم پر تمہاری پیدائش ہوئی ہے اور اس نیت اور دعا کے ساتھ ہم نے تجھ کو مانگا تھا خدا سے کہ اے خدا! تو آئندہ نسلوں کی تربیت کے لئے ان کو عظیم الشان مجاہد بنا۔ اگر اس طرح دعائیں کرتے ہوئے لوگ اپنے آئندہ بچوں کو وقف کریں گے تو مجھے یقین ہے۔ کہ ایک بہت ہی حسین اور بہت ہی پیاری نسل ہماری آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ان بچّوں کے متعلق ہمیں کرنا کیا ھے؟

(۲)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	واقفینِ نَو سے متعلق بہت ہی اہم تیاری کی ضرورت	۲
۲	وقفِ نَو کی تاریخی تحریک میں مزید دو سال کا اضافہ	۳
۳	واقفین کے والدین پر عائد ہونیوالی ذمہ داری	۴
۴	مختلف ادوار میں پیش کیئے جانیوالے واقفین اور انکی اقسام	۵
۵	والدین واقفین پر گہری نظر رکھیں	۷
۶	بچوں میں اخلاقِ حسنہ کی آبیاری کی اہمیت	۷
۷	واقفینِ نَو کی تعلیم و تربیت کا اہتمام	۱۰
۸	واقفین کی تعلیم میں وسعت پیدا کریں	۱۱
۹	واقفینِ نَو کو منضبط رویہ اپنانے کی تربیت دیں	۱۳
۱۰	واقفینِ نَو کو مالی امور میں خصوصی احتیاط کی تربیت دیں	۱۶
۱۱	واقفین کو ٹھوکر سے بچانے والی بعض ضروری احتیاطیں	۱۸
۱۲	آئندہ صدی کی عظیم لیڈرشپ کا اہل بنانے والی تربیت دیں	۲۰
۱۳	واقفین بچوں میں وفا کا مادہ پیدا کریں	۲۲

خطبہ جمعہ

فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء

خدا تعالیٰ کے فضل سے وقفِ نو کی تاریخی تحریک میں

بارہ سو (۱۲۰۰) سے زائد بچے پیش کئے جا چکے ہیں

میری خواہش تھی ہم کم سے کم پانچ ہزار بچے واقفینِ نو کے طور پر خدا کے حضور پیش کریں

شرکت کے خواہشمند مزید والدین کی خاطر اس تحریک میں سر دست دو سال کا اضافہ کیا جاتا ہے

واقفینِ نو کے والدین پر انکی خصوصی تربیت کی نہایت اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے

انکی اس نہج پر تربیت ضروری ہے کہ وہ آئندہ صدی کی عظیم لیڈر شپ کے اہل بن سکیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبۂ جمعہ

فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ ۱۰ر تبلیغ ۱۳۶۸ہش بمطابق ۱۰ر فروری ۱۹۸۹ء

بمقام بیت الفضل لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا :

واقفینِ نَو سے متعلق بہت ہی اہم تیاری کی ضرورت

" آئندہ صدی کی تیاری کے سلسلہ میں ایک بہت ہی اہم تیاری کا تعلق واقفینِ نَو سے ہے ۔ مَیں نے وقفِ نَو کی جو تحریک کی تھی اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بارہ سو سے زائد ایسے بچّوں کے متعلق اطلاع مل چکی ہے جو وقفِ نَو کی نیت کے ساتھ دعائیں مانگتے ہوئے خدا سے مانگے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکی خیر و عافیت کے ساتھ ولادت کا سامان فرمایا ۔ یہ چھوٹے چھوٹے بچے آئندہ صدی کے واقفینِ نَو کہلاتے ہیں ۔ اس کے علاوہ اَور بھی بہت سے خطوط مسلسل ملتے چلے جا رہے ہیں ۔ اس سلسلہ میں دو طرح کی تیاریاں میرے پیشِ نظر ہیں ، مگر اس سے پہلے کہ میں اُس تیاری کا ذکر کروں میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ وقفِ نَو کیلئے جتنی تعداد کی توقع تھی اتنی تعداد بلکہ اُسکا ایک حصہ بھی ابھی پُورا نہیں ہو سکا ۔ اور جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے اسمیں پیغام پہنچانے والوں کا قصور ہے ۔ بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں عامۃ النّاس تک یہ پیغام پہنچایا ہی نہیں گیا اور جن دنوں میں یہ تحریک کی گئی تھی ان دنوں کیسٹ کا انتظام آج کی نسبت بہت

کمزور حالت میں تھا اور افریقہ کے ممالک اور ایسے دیگر ممالک جہاں اُردو زبان نہیں سمجھی جاتی اور بعض علاقوں میں انگریزی بھی نہیں سمجھی جاتی وہاں ترجمہ کر کے کیسٹیں پھیلانے کا عملاً کوئی انتظام نہیں تھا ۔ اس وجہ سے وہ جو براہِ راست پیغام کا اثر ہو سکتا ہے اس سے بہت سے احمدی علاقے محروم رہ گئے ۔ بعد ازاں مؤثر رنگ میں اس تحریک کو پہنچانا بھی انتظامیہ کی ذمہ داری تھی مگر بعض جگہ اس ذمہ داری کو ادا کیا گیا اور بعض جگہ یا تو ادا نہیں گیا یا نیم دلی کے ساتھ ادا کیا گیا ہے صرف پیغام پہنچانا کافی نہیں ہوا کرتا ۔ کس جذبے کیساتھ پیغام پہنچایا جاتا ہے ، کس محنت اور کوشش اور خلوص کے ساتھ پیغام پہنچایا جاتا ہے یہ پیغام کے قبول کرنے کیساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے ۔

وقفِ نَو کی تاریخی تحریک کے عرصہ میں مزید دوؔ سال کا اضافہ

دنیا میں مختلف پیغمبر آئے ۔ بنیادی طور پر ان کا ایک ہی پیغام تھا یعنی خدا کا پیغام بندوں کے نام لیکن جس شان کے ساتھ وہ پیغام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہنچایا اُس شان سے کوئی اور پہنچا نہیں سکا اور جس عظمت اور قدر اور قربانی کی رُوح کے ساتھ آپؐ کا پیغام قبول کیا گیا تاریخِ انبیاء میں اس عظمت اور قدر اور قربانی کی رُوح کے ساتھ کسی اور نبی کا پیغام قبول نہیں کیا گیا ۔ اس لیے پیغام پہنچانا کافی نہیں ۔ کس رنگ میں اور کس جذبے کے ساتھ کس خلوص کیساتھ ، کس درجہ محبت اور پیار کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے پیغام پہنچایا جاتا ہے ، یہ وہ چیزیں ہیں جو پیغام کی قبولیت یا عدمِ قبولیت کا فیصلہ کیا کرتی ہیں ۔ اس لیے میری خواہش یہ تھی کہ کم سے کم پانچ ہزار بچے اگلی صدی کے واقفینِ نَو کے طور پر ہم خدا کے حضور پیش کریں ۔ اس تعداد کو پورا کرنے میں ابھی کافی سفر باقی ہے ۔ بعض دوست یہ لکھ رہے ہیں کہ جہاں تک ان کا تأثر تھا یا میں نے شروع میں خطبے میں بات کی تھی اس کا واقعتہً یہی نتیجہ نکلتا ہوگا کہ جو اس صدی سے پہلے پہلے بچے پیدا ہو جائیں گے وہ وقفِ نَو میں لیے جائیں گے اور اس کے بعد یہ سلسلہ بند ہو جائے گا ۔ لیکن

جس طرح بعض دوستوں کے خطوط سے پتہ چل رہا ہے وہ خواہش رکھتے ہیں لیکن یہ سمجھ کر کہ اب وقت نہیں رہا وہ اس خواہش کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتے ان کیلئے اور مزید تمام دنیا کی جماعتوں کیلئے جن تک ابھی یہ پیغام ہی نہیں پہنچا میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ وقفِ نَو میں شمولیت کیلئے مزید دوؔ سال کا عرصہ بڑھایا جاتا ہے اور فی الحال یہ عرصہ دوؔ سال کیلئے بڑھایا جا رہا ہے تاکہ خواہشمند دوست اس پہلی تحریک میں شامل ہو جائیں ورنہ یہ تحریک تو بار بار ہوتی ہی رہے گی لیکن خصوصًا وہ تاریخی تحریک جس میں اگلی صدی کیلئے واقفین بچوں کی پہلی فوج تیار ہو رہی ہے اس کا عرصہ آئندہ دو سال تک بڑھایا جا رہا ہے۔ اس عرصے میں جماعتیں کوشش کریں اور جس حد تک بھی ممکن ہو، یہ فوج پانچ ہزاری تو ضرور ہو جائے اس سے بڑھ جائے تو بہت ہی اچھا ہے۔

واقفین کے والدین پر عائد ہونیوالی ذمہ داری

بہت سے والدین مجھے لکھ رہے ہیں کہ ان بچوں کے متعلق ہمیں کرنا کیا ہے تو جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اس کے دو حصے ہیں۔ اوّل یہ کہ جماعت کی انتظامیہ نے کیا کرنا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ بچوں کے والدین نے کیا کرنا ہے؟ جہاں تک انتظامیہ کا تعلق ہے اس کے متعلق وقتاً فوقتاً میں ہدایات دیتا رہا ہوں اور جو جو نئے خیال میرے دل میں آئیں یا بعض دوست مشورے کے طور پر لکھیں ان کو بھی اس منصوبے میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ لیکن جہاں تک والدین کا تعلق ہے آج میں اس ذمہ داری سے متعلق کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں۔

خدا کے حضور بچے کو پیش کرنا ایک بہت ہی اہم واقعہ ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اور آپ یاد رکھیں کہ وہ لوگ جو خلوص اور پیار کے ساتھ قربانیاں دیا کرتے ہیں وہ اپنے پیار کی نسبت سے ان قربانیوں کو سجا کر پیش کیا کرتے ہیں۔

قربانیاں اور تحفے دراصل ایک ہی ذیل میں آتے ہیں۔ آپ بازار سے شاپنگ کرتے ہیں، عام چیز جو گھر کیلئے لیتے ہیں اسے باقاعدہ خوبصورت کاغذوں میں لپیٹ کر اور فیتوں سے باندھ کر سجا کر آپ کو پیش نہیں کیا جاتا۔ لیکن جب آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ ہم نے تحفہ لینا ہے تو پھر دکاندار بڑے اہتمام سے اسکو سجا کر پیش کرتا ہے۔ پس قربانیاں تحفوں کا رنگ رکھتی ہیں اور ان کے ساتھ سجاوٹ ضروری ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا بعض لوگ تو مینڈھوں اور بکروں کو بھی خوب سجاتے ہیں اور بعض تو ان کو زیور پہنا کر پھر قربان گاہوں کی طرف لے کر جاتے ہیں پھولوں کے ہار پہناتے ہیں اور کئی قسم کی سجاوٹیں کرتے ہیں۔ انسانی قربانی کی سجاوٹیں اَور طرح کی ہوتی ہیں۔ انسانی زندگی کی سجاوٹ تقوٰی سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیار اور اسکی محبت کے نتیجہ میں انسانی رُوح بن ٹھن کر تیار ہوا کرتی ہے پس پیشتر اس کے کہ یہ بچے اتنے بڑے ہوں کہ جماعت کے سپرد کیے جائیں ان ماں باپ کی بہت ذمہ داری ہے کہ وہ ان قربانیوں کو اس طرح تیار کریں کہ اُن کے دل کی حسرتیں پوری ہوں جس شان کے ساتھ وہ خدا کے حضور ایک غیر معمولی تحفہ پیش کرنے کی تمنا رکھتے ہیں وہ تمنائیں پوری ہوں۔

مختلف ادوار میں پیش کئے جانیوالے واقفین اور انکی اقسام

اس سے پہلے مختلف ادوار میں جو واقفین جماعت کے سامنے پیش کئے جاتے رہے اُنکی تاریخ پر نظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ کئی قسم کے واقفین ہیں۔ کچھ تو وہ تھے جنہوں نے بڑی عمروں میں ایسی حالت میں اپنے آپ کو خود پیش کیا کہ خوش قسمتی کے ساتھ ان کی اپنی تربیت بہت اچھی ہوئی تھی اور وقف نہ بھی کرتے تب بھی وہ وقف کی رُوح رکھنے والے لوگ تھے۔ وہ صحابہ کی اولاد یا اوّل تابعین کی اولاد تھے، انہوں نے اچھے ماحول میں اچھی پرورش پائی اور وہ خدا تعالےٰ

کے فضل کے ساتھ اچھی عادات سے سجے ہوئے لوگ تھے ۔ واقفین کا یہ گروہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر پہلو سے زندگی کے ہر شعبہ میں نہایت کامیاب رہا۔

پھر ایک ایسا دور آیا جب بچے وقف کرنے شروع کئے گئے یعنی والدین نے اپنی اولاد کو خود وقف کرنا چاہا۔ اس دور میں مختلف قسم کے واقفین ہمارے سامنے آئے ہیں۔ بہت سے وہ ہیں جن کے متعلق والدین سمجھتے ہیں کہ جب ہم ان کو جماعت کے سپرد کریں گے تو وہ خود ہی انکی تربیت کریں گے اور اس عرصہ میں انہوں نے ان پر نظر نہیں رکھی پس جب وہ جامعہ احمدیہ میں پیش ہوتے ہیں تو بالکل ایسے RAW MATERIAL یعنی ایسے خام مال کے طور پر پیش ہوتے ہیں جس کے اندر مختلف قسم کی بعض ملاوٹیں بھی شامل ہو چکی ہوتی ہیں ان کو صاف کرنا ایک کارِ دشوار ہوا کرتا ہے اُن کو وقف کی رُوح کے مطابق ڈھالنا بعض دفعہ مشکل بلکہ محال ہو جایا کرتا ہے ۔ اور بعض بد عادتیں وہ ساتھ لیکر آتے ہیں جماعت تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتی لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ بعض لڑکوں کو جامعہ میں چوری کے نتیجہ میں وقف سے فارغ کیا گیا ہے۔ کسی کو جھوٹ کے نتیجہ میں وقف سے فارغ کیا گیا ہے اب یہ باتیں ایسی ہیں کہ جن کے متعلق تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اچھے نیک صالح احمدی میں پائی جائیں کجا یہ کہ وہ واقفینِ زندگی میں پائی جائیں۔ لیکن معلوم یہی ہوتا ہے کہ والدین نے پیش تو کر دیا لیکن تربیت کی طرف توجہ نہ کی یا اتنی دیر کے بعد ان کو وقف کا خیال آیا کہ اس وقت تربیت کا وقت باقی نہیں رہا تھا۔ بعض والدین سے تو یہ بھی پتہ چلا کہ انہوں نے اس وجہ سے بچہ وقف کیا تھا کہ عادتیں بہت بگڑی ہوئی تھیں اور وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح تو ٹھیک نہیں ہوتا، وقف کر دو تو خود ہی جماعت سنبھالے گی اور ٹھیک کرے گی۔ جس طرح پرانے زمانے میں بعض دفعہ بگڑے ہوئے بچوں کے متعلق کہتے تھے اچھا ان کو تھانیدار بنوا دیں گے۔ تو جماعت میں چونکہ نیکی کی رُوح ہے اس لیے ان کو تھانیداری کا تو خیال نہیں آتا لیکن واقفِ زندگی

بنانے کا خیال آجاتا ہے ۔ حالانکہ تھانیداری سے تو ایسے بچوں کا تعلق ہو سکتا ہے وقف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہو سکتا ۔ یہ لوگ بہت بعید کی بات سوچتے ہیں ۔ تھانیداری والا تو لطیفہ ہے لیکن یہ تو دردناک واقعہ ہے ۔ وہ تو ایک ہنسنے والی کہاوت کے طور پر مشہور ہے لیکن یہ تو زندگی کا ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ خدا کے حضور پیش کرنے کیلئے آپ کو بس گندہ بچہ ہی نظر آیا ہے، ناکارہ محض بچہ نظر آیا ہے جو ایسی گندی عادتیں لیکر پلا ہے کہ آپ اس کو ٹھیک نہیں کر سکتے۔

والدین واقفین پر گہری نظر رکھیں

اس لیے بچوں کی یہ جو تازہ کھیپ آنے والی ہے اس میں ہمارے پاس خدا کے فضل سے بہت سا وقت ہے اور اگر اب ہم انکی پرورش اور تربیت سے غافل رہے تو خدا کے حضور مجرم ٹھہریں گے ۔ اور پھر ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اتفاقاً یہ واقعات ہو گئے ہیں ۔ اسلئے والدین کو چاہیئے کہ ان بچوں کے اوپر سب سے پہلے خود گہری نظر رکھیں اور جیسا کہ میں بیان کروں گا بعض تربیتی امور کی طرف خصوصیت سے توجہ دیں اور اگر خدانخواستہ وہ سمجھتے ہوں کہ بچہ اپنی افتادِ طبع کے لحاظ سے وقف کا اہل نہیں ہے تو ان کو دیانتداری اور تقوٰی کے ساتھ جماعت کو مطلع کرنا چاہیئے کہ میں نے تو اپنی صاف نیت سے خدا کے حضور ایک تحفہ پیش کرنا چاہا تھا مگر بدقسمتی سے اس بچے میں یہ یہ باتیں ہیں اگر ان کے باوجود جماعت اس کو لینے کیلئے تیار ہے تو میں حاضر ہوں ورنہ اس وقف کو منسوخ کر دیا جائے ۔ پس اس طریق پر بڑی سنجیدگی کے ساتھ اب ہمیں آئندہ ان واقفینِ نَو کی تربیت کرنی ہے ۔

بچوں میں اخلاقِ حسنہ کی آبیاری کی اہمیت

جہاں تک اخلاقِ حسنہ کا تعلق ہے اس سلسلہ میں

جو صفات جماعت میں نظر آنی چاہئیں وہی صفات واقفین میں بھی نظر آنی چاہئیں بلکہ اُن میں وہ بدرجہ اولیٰ نظر آنی چاہئیں۔ ان صفاتِ حسنہ یا اخلاق سے متعلق میں مختلف خطبات میں آپ کے سامنے مختلف پروگرام رکھتا رہا ہوں۔ ان سب کو ان بچوں کی تربیت میں خصوصیت سے پیشِ نظر رکھیں۔ خلاصۃً ہر واقفِ زندگی بچہ جو وقفِ نَو میں شامل ہے بچپن سے ہی اسکو سچ سے محبت اور جھوٹ سے نفرت ہونی چاہیئے اور یہ نفرت اس کو گویا ماں کے دودھ میں ملنی چاہیئے جس طرح RADIATION کسی چیز کے اندر سرایت کرتی ہے اس طرح پرورش کرنے والی باپ کی باہوں میں سچائی اس بچہ کے دل میں ڈوبنی چاہیئے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ والدین کو پہلے سے بہت بڑھ کر سچا ہونا پڑے گا۔ ضروری نہیں ہے کہ سب واقفینِ زندگی کے والدین سچائی کے اُس اعلیٰ معیار پر قائم ہوں جو اعلیٰ درجہ کے مومنوں کے لیے ضروری ہے اس لیے اب ان بچوں کی خاطر ان کو اپنی تربیت کی طرف بھی توجہ کرنی ہوگی اور پہلے سے کہیں زیادہ احتیاط کے ساتھ گھر میں گفتگو کا انداز اپنانا ہوگا اور احتیاط کرنی ہوگی کہ لغو باتوں کے طور پر یا مذاق کے طور پر بھی وہ آئندہ جھوٹ نہیں بولیں گے کیونکہ یہ خدا کی مقدّس امانت اب آپ کے گھر میں پل رہی ہے اور اس مقدّس امانت کے کچھ تقاضے ہیں جن کو بہرحال آپ نے پورا کرنا ہے۔ اس لیے ایسے گھروں کے ماحول سچائی کے لحاظ سے نہایت صاف ستھرے اور پاکیزہ ہو جانے چاہئیں۔ قناعت کے متعلق مَیں نے کہا تھا، اس کا واقفین سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ بچپن ہی سے ان بچوں کو قانع بنانا چاہیئے اور حرص و ہوا سے بے رغبتی پیدا کرنی چاہیئے۔ عقل اور فہم کے ساتھ اگر والدین شروع سے تربیت کریں تو ایسا ہونا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ غرض دیانت اور امانت کے اعلیٰ مقام تک ان بچوں کو پہنچانا ضروری ہے۔

علاوہ ازیں بچپن سے ایسے بچوں کے مزاج میں شگفتگی پیدا کرنی چاہیئے۔ تُرش رُوئی

وقف کے ساتھ پہلو بہ پہلو نہیں چل سکتی۔ تُرش رُو واقفینِ زندگی ہمیشہ جماعت میں مسائل پیدا کیا کرتے ہیں اور بعض دفعہ خطرناک فتنے بھی پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ اس لیے خوش مزاجی اور اس کے ساتھ تحمل یعنی کسی کی بات کو برداشت کرنا' یہ دونوں صفات واقفین بچوں میں بہت ضروری ہیں۔ مذاق یعنی مزاح اچھی چیز ہے لیکن مزاح کے اندر پاکیزگی ہونی چاہیئے اور مزاح کی پاکیزگی کئی طرح سے ہو سکتی ہے لیکن میرے ذہن میں اس وقت خاص طور پر دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ گندے لطائف کے ذریعہ اپنے یا غیروں کے دل بہلانے کی عادت نہیں ہونی چاہیئے۔ اور دوسرے یہ کہ اس میں لطافت ہو۔ مذاق اور مزاح کے لیے ہم لطافت کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں یعنی اسکو لطیفہ کہتے ہیں۔ لطیفہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ بہت ہی نفیس چیز ہے۔ ہر قسم کی کرختگی اور بھونڈا پن لطافت سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ کثافت سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کی اعلیٰ تہذیب میں جب بھی ایسے خاندانوں میں جہاں اچھی روایات ہیں کوئی بچہ ایسا لطیفہ بیان کرتا تھا جو بھونڈا ہو تو اسے کہا جاتا تھا کہ یہ لطیفہ نہیں ہے یہ کثیفہ ہے یہ تو بھانڈپن ہے۔ تو بھانڈپن اور اچھے مزاح میں بڑا فرق ہے۔ اسلیئے جو مزاح ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی زندگی میں کہیں کہیں نظر آتا ہے۔ کیونکہ اکثر وہ مزاح کے واقعات اب محفوظ نہیں ہیں۔ اسمیں پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام اور آپ کے صحابہ کی زندگی میں بھی مزاح نظر آتا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت میں بھی بڑا مزاح تھا لیکن اس مزاح کے ساتھ دونوں قسم کی پاکیزگی تھی۔ لیکن بعض ایسے دوستوں کو بھی میں نے دیکھا ہے جنہوں نے مزاح سے یہ رخصت تو حاصل کرلی کہ مزاح میں کبھی وقت گزار لینا کوئی بُری بات نہیں ہے لیکن وہ یہ فرق نہیں کر سکے کہ مزاح کے ساتھ پاکیزگی ضروری ہے۔ چنانچہ وہ بعض نہایت گندے اور بھونڈے لطیفے بھی اپنی مجلسوں میں بیان کرتے رہے اور بعض لوگوں نے اس سے سمجھ لیا کہ کوئی

فرق نہیں پڑتا حالانکہ بہت فرق پڑتا ہے ۔ اپنے گھر میں اچھے مزاح کو جاری کریں قائم کریں لیکن بُرے مزاح کے خلاف بچوں کے دل میں بچپن سے ہی نفرت اور کراہت پیدا کریں یہ بظاہر چھوٹی سی بات ہے اور اس پر میں نے اتنا وقت لیا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ انسانی زندگی میں خصوصًا وہ زندگی جو تکلیفوں سے تعلق رکھتی ہو جو ذمہ داریوں سے تعلق رکھتی ہو اور جس میں کئی قسم کے اعصابی تناؤ ہوں وہاں مزاح بعض دفعہ بہت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے اور انسانی ذہن اور انسانی نفسیات کی حفاظت کرتا ہے ۔

غنا کے متعلق میں پہلے بیان کر چکا ہوں ۔ قناعت کے بعد پھر غنا کا مقام آتا ہے اور غنا کے نتیجہ میں جہاں ایک طرف امیر سے حسد پیدا نہیں ہوتا وہاں غریب سے شفقت ضرور پیدا ہوتی ہے ۔ غنا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غریب کی ضرورت سے انسان غنی ہو جائے انسان اپنی ضرورت سے غیر کی ضرورت کی خاطر غنی ہوتا ہے ۔ اسلامی غنا میں یہ ایک خاص پہلو ہے جسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے ۔ اس لیے واقفین بچے ایسے ہونے چاہئیں جو غریب کی تکلیف سے غنی نہ بنیں لیکن امیر کی امارت سے غنی ہو جائیں اور کسی کو اچھا دیکھ کر انہیں تکلیف نہ پہنچے لیکن کسی کو تکلیف میں دیکھ کر وہ ضرور تکلیف محسوس کریں۔

واقفینِ نَو کی تعلیم و تربیت کا اہتمام

جہاں تک انکی تعلیم کا تعلق ہے جامعہ کی تعلیم کا زمانہ تو بعد میں آئے گا لیکن ابتداء ہی سے ایسے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم کی طرف سنجیدگی سے متوجہ کرنا چاہیئے ۔ اور اس سلسلہ میں انشاء اللہ یقینًا نظامِ جماعت بھی ضرور کچھ پروگرام بنائے گا ۔ ایسی صورت میں والدین نظامِ جماعت سے رابطہ رکھیں اور جب بچے اس عمر میں پہنچیں کہ جہاں وہ قرآن کریم اور دینی باتیں پڑھنے کے لائق ہو سکیں تو اپنے علاقے کے نظام سے یا براہِ راست مرکز کو لکھ کر ان سے معلوم کریں کہ اب ہم کس طرح ان کو اعلیٰ درجہ

کی قرآن خوانی سکھا سکتے ہیں اور پھر قرآن کے مطالب سکھا سکتے ہیں کیونکہ قاری دو قسم کے ہوا کرتے ہیں ۔ ایک تو وہ جو اچھی تلاوت کرتے ہیں اور انکی آواز میں ایک کشش پائی جاتی ہے اور تجوید کے لحاظ سے وہ درست ادائیگی کرتے ہیں لیکن محض پُرکشش آواز سے تلاوت میں جان نہیں پڑا کرتی ۔ ایسے قاری اگر قرآن کریم کے معنی نہ جانتے ہوں تو وہ تلاوت کا بت تو بنا دیتے ہیں تلاوت کے زندہ پیکر نہیں بنا سکتے ۔ لیکن وہ قاری جو سمجھ کر تلاوت کرتے ہیں اور تلاوت کے اس مضمون کے نتیجہ میں اُن کے دل پگھل رہے ہوتے ہیں، ان کے دل میں خدا کی محبت کے جذبات اُٹھ رہے ہوتے ہیں، ان کی تلاوت میں ایک ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے جو اصل رُوح ہے تلاوت کی ۔ تو ایسے گھروں میں جہاں واقفینِ زندگی ہیں وہاں تلاوت کے اس پہلو پر بہت زور دینا چاہیئے ۔ خواہ تھوڑا پڑھایا جائے لیکن ترجمہ کے ساتھ ۔ مطالب کے بیان کے ساتھ پڑھایا جائے اور بچے کو یہ عادت ڈالی جائے کہ جو کچھ بھی وہ تلاوت کرتا ہے وہ سمجھ کر کرتا ہے ۔ ایک تو روزمرہ کی صبح کی تلاوت ہے اُس میں تو ہو سکتا ہے کہ بغیر سمجھ کے بھی ایک لمبے عرصہ تک آپ کو اسے قرآن کریم پڑھانا ہی ہوگا لیکن ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ سکھانے اور مطالب کی طرف متوجہ کرنے کا پروگرام بھی جاری رہنا چاہیئے نماز کی پابندی اور نماز کے جو لوازمات ہیں انکے متعلق بچپن سے تعلیم دینا اور سکھانا یہ بھی جامعہ میں آکر سیکھنے والی باتیں نہیں ۔ اس سے بہت پہلے گھروں میں بچوں کو اپنے ماں باپ کی تربیت کے نیچے یہ باتیں آجانی چاہئیں۔

تعلیم میں وسعت پیدا کرنے کی اہمیت

اس کے علاوہ تعلیم میں وسعت پیدا کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور دینی تعلیم میں وسعت پیدا کرنے کا ایک طریق یہ ہے کہ مرکزی اخبار و رسائل کا مطالعہ کرتا رہے ۔ بدقسمتی سے اس وقت بعض ممالک ایسے ہیں جہاں مقامی

اخبار نہیں ہیں۔ اور بعض زبانیں ایسی ہیں جن میں مقامی اخبار نہیں ہیں۔ لیکن ابھی ہمارے پاس وقت ہے اور گزشتہ چند سالوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتوں میں اپنے اپنے اخبار جاری کرنے کے رجحان بڑھ چکے ہیں۔ تو ساری جماعت کی انتظامیہ کو یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ جب آئندہ دو تین سال میں یہ بچے سمجھنے کے لائق ہو جائیں یا چار پانچ سال تک سمجھ لیں تو اس وقت واقفینِ نَو کیلئے بعض مستقل پروگرام، بعض مستقل فیچر آپ کے رسالوں اور اخباروں میں شائع ہوتے رہنے چاہئیں کہ وقفِ نَو کیا ہے؟ ہم ان سے کیا توقع رکھتے ہیں؟ اور بجائے اس کے کہ اکٹھا ایک دفعہ ایسا پروگرام دے دیا جائے جو کچھ عرصہ کے بعد بھول جائے، یہ اخبارات چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تربیتی پروگرام پیش کیا کریں اور جب ایک حصہ رائج ہو جائے تو پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہوں، پھر تیسرے کی طرف متوجہ ہوں۔ واقفین بچوں کی علمی بنیاد وسیع ہونی چاہیئے۔ عام طور پر دینی علماء میں یہی کمزوری دکھائی دیتی ہے کہ دین کے علم کے لحاظ سے تو اُن کا علم کافی وسیع اور گہرا بھی ہوتا ہے لیکن دین کے دائرہ سے باہر دیگر دنیا کے دائروں میں وہ بالکل لاعلم ہوتے ہیں علم کی اس کمی نے اسلام کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ وہ وجوہات جو مذاہب کے زوال کا موجب بنتی ہیں اُن میں سے یہ ایک بہت ہی اہم وجہ ہے۔ اس لیے جماعت احمدیہ کو اس سے سبق سیکھنا چاہیئے اور علم کی وسیع بُنیاد پر قائم دینی علم کو فروغ دینا چاہیئے یعنی پہلے بنیاد عام دنیاوی علم کی وسیع ہو پھر اُس پر دینی علم کا پیوند لگے تو بہت ہی خوبصورت اور بابرکت ایک شجرۂ طیبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ تو اس لحاظ سے بچپن ہی سے ان واقفین بچوں کو جنرل نالج بڑھانے کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے۔ آپ خود متوجہ ہوں تو ان کا علم آپ ہی آپ بڑھے گا یعنی ماں باپ متوجہ ہوں اور بچوں کے لیے ایسے ایسے رسائل، ایسے اخبارات لگوایا کریں ایسی کتابیں پڑھنے کی انکو عادت ڈالیں جس کے نتیجہ میں ان کا علم وسیع ہو اور جب وہ کھول

میں جائیں تو ایسے مضامین کا انتخاب ہو جس سے سائنس کے متعلق بھی کچھ واقفیت ہو۔ عام دنیا کے جو آرٹس کے سیکولر مضامین ہیں مثلاً معیشت، اقتصادیات، فلسفہ، نفسیات، حساب تجارت وغیرہ ایسے جتنے بھی متفرق امور ہیں ان سب میں سے کچھ نہ کچھ علم بچے کو ضرور ہونا چاہیئے۔ علاوہ ازیں پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے کیونکہ سکولوں میں تو اتنا زیادہ انسان کے پاس اختیار نہیں ہوا کرتا یعنی بچہ پانچ مضمون، چھ مضمون، سات مضمون رکھ لے گا، بعض دس بھی رکھ لیتے ہیں لیکن اس سے آگے نہیں جا سکتے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایسے بچوں کو اپنے تدریسی مطالعہ کے علاوہ مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہیئے اب یہ چیزیں ایسی ہیں جو ہمارے واقفینِ زندگی بچوں کے والدین میں سے اکثر کے بس کی نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بہت سے بیچارے ایسے ہیں افریقہ میں بھی اور ایشیا یورپ اور امریکہ میں بھی جن کے اندر یہ استطاعت نہیں ہے کہ اس پروگرام کو وہ واقعۃً عملی طور پر اپنے بچوں میں رائج کر سکیں۔ اس لیے یہ جتنی باتیں ہیں تحریک جدید کے متعلقہ شعبہ کو یہ نوٹ کرنی چاہئیں اور اس خطبہ میں جو نکات ہیں اُن کو آئندہ جماعت تک اس رنگ میں پہنچانے کا انتظام کرنا چاہیئے کہ والدین کی اپنی کم علمی اور اپنی استطاعت کی کمی بچوں کی اعلیٰ تعلیم کی راہ میں روک نہ بن سکے۔ چنانچہ بعض جگہوں پر ایسے بچوں کی تربیت کا انتظام شروع ہی سے جماعت کو کرنا پڑے گا۔ بعض جگہ ذیلی تنظیموں سے استفادے کئے جا سکتے ہیں، مگر یہ بعد کی باتیں ہیں، اس وقت تو جو ذہن میں چند باتیں آرہی ہیں وہ میں آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ ہمیں کس قسم کے واقفین بچے چاہئیں۔

منضبط رویہ اپنانے کی تربیت

ایسے واقفین بچے چاہئیں جن کو شروع ہی سے اپنے غصے کو ضبط کرنے کی عادت ہونی چاہیئے جن کو اپنے سے کم علم کو حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔

جن کو یہ حوصلہ ہو کہ وہ مخالفانہ بات سنیں اور تحمل کا ثبوت دیں۔ جب ان سے کوئی بات پوچھی جائے تو تحمل کا ایک یہ بھی تقاضا ہے کہ ایک دم منہ سے کوئی بات نہ نکالیں بلکہ کچھ غور کر کے جواب دیں۔ یہ ساری ایسی باتیں ہیں جو بچپن ہی سے طبیعتوں میں اور عادتوں میں رائج کرنی پڑتی ہیں۔ اگر بچپن سے یہ عادتیں پختہ نہ ہوں تو بڑے ہو کر بعض دفعہ ایک انسان علم کے ایک بہت بلند معیار تک پہنچنے کے باوجود بھی ان عام سادہ سادہ باتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کسی سے کوئی سوال کیا جاتا ہے تو فوراً جواب دیتا ہے خواہ اس بات کا پتہ ہو یا نہ ہو۔ پھر بعض دفعہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ایک بات پوچھی اور جس شخص سے پوچھی گئی ہے اس کے علم میں یہ تو ہے کہ یہ بات ہونے والی تھی لیکن یہ علم میں نہیں ہے کہ ہو چکی ہے ۔ اسکے باوجود بسا اوقات وہ کہہ دیتا ہے کہ ہاں ہو چکی ہے۔ واقفینِ زندگی کے اندر یہ چیز بہت بڑی خرابی پیدا کر سکتی ہے۔ میں نے اپنے انتظامی تجربہ میں بارہا دیکھا ہے کہ اس قسم کی خبروں سے بعض دفعہ بہت سخت نقصان پہنچ جاتا ہے مثلاً لنگر خانے میں میں ناظم ہوتا تھا تو فون پر پوچھا کہ اتنے ہزار روٹی پک چکی ہے؟ تو جواب ملا کہ جی ہاں پک چکی ہے۔ اس پر تسلی ہو گئی۔ جب وہاں پہنچا تو پتہ لگا کہ ابھی کئی ہزار کی کمی ہے۔ میں نے کہا آپ نے یہ کیا ظلم کیا ہے، یہ جھوٹ بولا، غلط بیانی کی اور اس سے بڑا نقصان پہنچا ہے کہنے لگے کہ نہیں جی جب میں نے بات کی تھی اس سے آدھا گھنٹہ پہلے اتنے ہزار ہو چکی تھی تو آدھے گھنٹے میں اتنی تو ضرور بنی چاہیئے تھی۔ یہ فارمولا تو ٹھیک ہے۔ لیکن واقعاتی دنیا میں فارمولے تو نہیں چلا کرتے۔ واقعتہً ایسی صورت میں یہ بات نکلی کہ وہاں کچھ خرابی پیدا ہو گئی۔ مزدوروں کی آپس میں کوئی لڑائی ہو گئی، گیس بند ہو گئی کئی قسم کی خرابیاں ایسی پیدا ہو جاتی تھیں تو جس آدھے گھنٹے میں اس نے کئی ہزار کا حساب لگایا ہوا تھا

وہ آدھا گھنٹہ کام ہی نہیں ہو رہا تھا۔ تو یہ عادت عام ہے۔ میں نے اپنے وسیع تجربے میں دیکھا ہے کہ ایشیا میں خصوصیت کے ساتھ یہ عادت بہت زیادہ پائی جاتی ہے کہ ایک چیز کا اندازہ لگا کر اس کو واقعات کے طور پر بیان کر دیتے ہیں اور واقفینِ زندگی میں بھی یہ عادت آجاتی ہے یعنی جو پہلے سے واقفین آئے ہوئے ہیں ان کی رپورٹوں میں بھی بعض دفعہ ایسے نقص نکلتے ہیں جس کی وجہ سے جماعت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس لیے اس بات کی بچپن سے عادت ڈالنی چاہیئے کہ جتنا علم ہے اس کو علم کے طور پر بیان کریں جتنا اندازہ ہے اس کو اندازے کے طور پر بیان کریں۔ اور اگر بچپن میں آپ نے یہ عادت نہ ڈالی تو بڑے ہو کر پھر دوبارہ بڑی عمر میں اسے رائج کرنا بہت مشکل کام ہوا کرتا ہے کیونکہ ایسی باتیں انسان بغیر سوچے کرتا ہے۔ عادت کا مطلب ہی یہ ہے کہ خود بخود منہ سے ایک بات نکلتی ہے اور یہ بے احتیاطی بعض دفعہ پھر انسان کو جھوٹ کی طرف بھی لے جاتی ہے اور بڑی مشکل صورتِ حال پیدا کر دیتی ہے۔ کیونکہ ایسے لوگوں میں سے بہت سے میں نے ایسے دیکھے ہیں کہ جب ان سے پوچھا جائے کہ آپ نے یہ کیوں کیا تو بجائے اس کے کہ وہ صاف صاف بیان کریں کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہم نے اندازہ لگایا تھا، وہ اپنی پہلی غلطی کو چھپانے کے لیے دوسری دفعہ پھر جھوٹ بولتے ہیں اور کوئی ایسا عُذر تلاش کرتے ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ جب اس عُذر کو پکڑیں تو پھر ایک اور جھوٹ بولتے ہیں۔ خجالت الگ، شرمندگی الگ، سب دنیا ان پر ہنس رہی ہوتی ہے اور وہ بیچارے جھوٹ پر جھوٹ بول کر اپنی عزت بچانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ چیزیں بچپن سے شروع ہوتی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے جب کسی بات پر گھر میں پکڑے جاتے ہیں کہ آپ نے یہ کہا تھا یہ نہیں ہوا، اس وقت وہ ایسی حرکتیں کرتے ہیں، اور ماں باپ اُس کا نوٹس نہیں لیتے۔ اس کے نتیجہ میں مزاج بگڑ جاتے ہیں اور پھر بعض دفعہ

ایسے بگڑتے ہیں کہ ٹھیک ہو ہی نہیں سکتے عادتاً وہ یہ کام شروع کردیتے ہیں یعنی جھوٹ نہیں ہوا کرتا ، عادت ہے کہ تخمینے یا اندازے کو حقیقت بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے۔ تو ایسے واقفین اگر جامعہ میں آجائیں گے تو جامعہ میں تو کوئی ایسا جادو نہیں ہے کہ پرانے بگڑے ہوئے رنگ اچانک درست ہوجائیں۔ ایسے رنگ درست ہوا کرتے ہیں غیر معمولی اندرونی انقلابات کے ذریعہ۔ وہ ایک الگ مضمون ہے۔ ہم ایسے انقلابات کے امکانات کو رد نہیں کر سکتے لیکن یہ دستورِ عام نہیں ہے۔ اس لیے ہم جب حکمت کے ساتھ اپنی زندگی کے پروگرام بناتے ہیں تو اتفاقات پر نہیں بنایا کرتے بلکہ دستورِ عام پر بنایا کرتے ہیں۔ پس اس پہلو سے بچوں کو بہت گہری تربیت دینے کی ضرورت ہے۔

مالی امور میں خصوصی احتیاط کی تعلیم

پھر عمومی تعلیم میں واقفین بچوں کی بنیاد وسیع کرنے کی خاطر ٹائپ سیکھ سکتے ہیں ان کو ٹائپ سکھانا چاہیئے۔ اکاؤنٹس رکھنے کی تربیت دینی چاہیئے ، دیانت پر جیسا کہ میں نے کہا تھا بہت زور ہونا چاہیئے۔ اموال میں خیانت کی جو کمزوری ہے۔ یہ بہت ہی بھیانک ہوجاتی ہے اگر واقفینِ زندگی میں پائی جائے۔ اس کے بعض دفعہ نہایت ہی خطرناک نتائج نکلتے ہیں۔ وہ جماعت جو خالصتاً طوعی چندوں پر چل رہی ہے اس میں دیانت کو اتنی غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ گویا دیانت کا ہماری شاہ رگ کی حفاظت سے تعلق ہے۔ سارا مالی نظام جو جماعت احمدیہ کا جاری ہے وہ اعتماد اور دیانت کی وجہ سے جاری ہے۔ اگر خدانخواستہ جماعت میں یہ احساس پیدا ہوگیا کہ واقفینِ زندگی اور سلسلہ کے شعبہ اموال میں کام کرنیوالے خود بددیانت ہیں تو ان کو چندے دینے کی جو توفیق نصیب ہوتی ہے اس توفیق کا گلا گھونٹا جائے گا۔ لوگ چاہیں گے بھی تو پھر بھی انکو واقعتہً چندہ دینے کی توفیق نہیں ملے گی۔ اس لیے واقفین کو خصوصیت کے ساتھ

مالی لحاظ سے بہت ہی درست ہونا چاہیئے اور اس لحاظ سے اکاؤنٹس کا بھی ایک گہرا تعلق ہے جو لوگ اکاؤنٹس نہیں رکھ سکتے ان سے بعض دفعہ مالی غلطیاں ہوجاتی ہیں اور دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ بددیانتی ہوئی ہے۔ اور بعض دفعہ مالی غلطیوں کے نتیجہ میں وہ لوگ جنکو اکاؤنٹس کا طریقہ نہ آتا ہو بددیانتی کرتے ہیں اور افسر متعلقہ اس میں ذمہ دار ہوجاتا ہے۔ وہ لوگ جو اموال پر مقرر ہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کا مالی لحاظ سے دیانت کا معیار جماعت احمدیہ میں اتنا بلند ہے کہ دنیا کی کوئی جماعت بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ لیکن خرابیاں پھر بھی دکھائی دیتی ہیں۔ عمداً بددیانتی کی مثالیں تو بہت شاذ ہیں یعنی انگلیوں پر گنی جاسکتی ہیں لیکن ایسے واقعات کی مثالیں بہت سی ہیں (یعنی بہت سی سے مراد یہ ہے کہ مقابلۃً بہت ہیں) کہ جن میں ایک شخص کو حساب رکھنا نہیں آتا ، ایک شخص کو یہ نہیں پتہ کہ میں دستخط کرنے لگا ہوں تو اسکے نتیجہ میں میری کیا ذمہ داری ہے ؟ مجھے کیا دیکھنا چاہیئے ؟ جس کو جمع تفریق نہیں آتی اس بیچارے کے نیچے بعض دفعہ بددیانتیاں ہوجاتی ہیں اور بعد میں پھر الزام اس پر لگتے ہیں اور بعض دفعہ تحقیق کے نتیجہ میں وہ بَری بھی ہوجاتا ہے۔ بعض دفعہ معاملہ اُلجھا ہی رہتا ہے پھر ہمیشہ ابہام باقی رہ جاتا ہے کہ پتہ نہیں بددیانت تھا یا نہیں۔ اس لیے اکاؤنٹس کے متعلق تمام واقفین بچوں کو شروع سے ہی تربیت دینی چاہیئے۔ تبھی میں نے حساب کا ذکر کیا تھا کہ ان کا حساب بھی اچھا ہو اور ان کو بچپن سے تربیت دی جائے کہ کسطرح اموال کا حساب رکھا جاتا ہے۔ روزمرہ سودے کے ذریعہ سے ہی ان کو یہ تربیت دی جاسکتی ہے۔ اور پھر سودا اگر ان کے ذریعے کبھی منگوایا جائے تو اس سے انکی دیانتداری کی نوک پلک مزید درست کی جاسکتی ہے۔ مثلاً بعض بچوں سے ماں باپ سودا منگواتے ہیں تو وہ چند پیسے جو بچتے ہیں وہ جیب میں رکھ لیتے ہیں ، بددیانتی کے طور پر نہیں اُن کے ماں باپ کا مال ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ

یہ پیسے کیا واپس کرتے ہیں ۔ وہ وقت ہے تربیت کرنے کا ۔ اس وقت ان کو کہنا چاہیئے کہ سودا منگوانے ہیں اگر ایک دھیلا، ایک دمڑی بھی باقی بچی ہو تو واپس کرنی چاہیئے ۔ پھر چاہے دھیلے کی بجائے دس روپے مانگو اسکا کوئی حرج نہیں ۔ لیکن بغیر بتائے کے جو دھیلا جیب میں ڈالا جاتا ہے کہ یہ بچ گیا تھا اس کا کیا واپس کرنا تھا ۔ اس نے آئندہ بددیانتی کے بیج بو دیئے ہیں، آئندہ بے احتیاطیوں کے بیج بو دیئے ہیں ۔ تو قومیں جو بگڑتی اور بنتی ہیں وہ دراصل گھروں میں ہی بگڑتی اور بنتی ہیں ۔ ماں باپ اگر باریک نظر سے اپنے بچوں کی تربیت کر رہے ہوں تو وہ عظیم مستقبل کی تعمیر کر رہے ہوتے ہیں یعنی بڑی شاندار قومیں ان کے گھروں میں تخلیق پاتی ہیں ۔ لیکن یہ چھوٹی چھوٹی بے احتیاطیاں بڑے بڑے عظیم اور بعض دفعہ سنگین نتائج پر منتج ہو جایا کرتی ہیں ۔ پس مالی لحاظ سے واقفین بچوں کو تقوٰی کی باریک راہیں سکھائیں ۔ یہ جتنی باتیں میں کہہ رہا ہوں ان سب کا اصل میں تقوٰی ہی سے تعلق ہے ۔ تو تقوٰی کی کچھ موٹی راہیں ہیں جو عام لوگوں کو آتی ہیں ۔ کچھ مزید باریک راہیں ہیں اور واقفین کو ہمیں نہایت لطیف رنگ میں تقوٰی کی تربیت دینی چاہیئے ۔

ٹھوکر سے بچانیوالی بعض ضروری احتیاطیں

اس کے علاوہ واقفین بچوں میں سخت جانی کی عادت ڈالنا، نظام جماعت کی اطاعت کی بچپن سے عادت ڈالنا ۔ اطفال الاحمدیہ سے وابستہ کرنا، ناصرات سے وابستہ کرنا، خدام الاحمدیہ سے وابستہ کرنا بھی بہت ضروری ہے ۔ انصار اللہ کی ذمہ داری تو بعد میں آئے گی لیکن ۱۵ سال کی عمر تک، خدام کی حد تک تو آپ تربیت کر سکتے ہیں ۔ خدام کی حد تک اگر تربیت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر انصار کی عمر میں بگڑنے کا امکان شاذ کے طور پر ہی کوئی ہوگا ورنہ جتنی لمبی نالی

سے گولی چلائی جائے اتنی دیر تک سیدھی رہتی ہے ۔ خدام کی حد تک اگر تربیت کی نالی لمبی ہو جائے تو خدا کے فضل سے پھر موت تک وہ انسان سیدھا ہی چلے گا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہ ۔ تو اس پہلو سے بہت ضروری ہے کہ نظام کا احترام سکھایا جائے ۔ پھر اپنے گھروں میں کبھی ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے جس سے نظامِ جماعت کی تخفیف ہوتی ہو یا کسی عہدیدار کے خلاف شکوہ ہو ۔ وہ شکوہ اگر سچا بھی ہے پھر بھی اگر آپ نے اپنے گھر میں کیا تو آپکے بچے ہمیشہ کیلئے اس سے زخمی ہو جائیں گے ۔ آپ تو شکوہ کرنے کے باوجود اپنے ایمان کی حفاظت کر سکتے ہیں لیکن آپ کے بچے زیادہ گہرا زخم محسوس کریں گے ۔ یہ ایسا زخم ہوا کرتا ہے کہ جس کو لگتا ہے اسکو کم لگتا ہے جو قریب کا دیکھنے والا ہے اس کو زیادہ لگتا ہے اس لیے اکثر وہ لوگ جو نظامِ جماعت پر تبصرے کرنے میں بے احتیاطی کرتے ہیں انکی اولادوں کو کم و بیش ضرور نقصان پہنچتا ہے اور بعض ہمیشہ کے لیے ضائع ہو جاتی ہیں ۔ واقفین بچوں کو نہ صرف اس لحاظ سے بتانا چاہیئے بلکہ یہ بھی سمجھانا چاہیئے کہ اگر تمہیں کسی سے کوئی شکایت ہے خواہ تمہاری توقعات اس کے متعلق کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہوں اس کے نتیجہ میں تمہیں اپنے نفس کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے ۔ اگر کوئی امیر جماعت ہے اور اس سے ہر انسان کو توقع ہے کہ یہ کرے اور وہ کرے اور کسی توقع کو اس سے ٹھوکر لگ جاتی ہے تو واقفین زندگی کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ ان کو یہ خاص طور سمجھایا جائے کہ اس ٹھوکر کے نتیجہ میں تمہیں ہلاک نہیں ہونا چاہیئے ۔ یہ بھی اسی قسم کے زخم والی بات ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے یعنی دراصل ٹھوکر تو کھاتا ہے کوئی عہدیدار اور لحد میں اتر جاتا ہے دیکھنے والا ۔ وہ تو ٹھوکر کھا کر پھر بھی اپنے دین کی حفاظت کر لیتا ہے ۔ اپنی غلطی پر انسان استغفار کرتا ہے اور سنبھل جاتا ہے وہ اکثر ہلاک نہیں ہو جایا کرتا سوائے اس کے کہ بعض خاص غلطیاں ایسی ہوں ۔ لیکن

جن کا مزاج ٹھوکر کھانیوالا ہے وہ ان غلطیوں کو دیکھ کر بعض دفعہ ہلاک ہی ہوجایا کرتے ہیں، دین سے ہی متنفّر ہوجایا کرتے ہیں اور پھر جراثیم پھیلانے والے بن جاتے ہیں مجلسوں میں بیٹھ کر جہاں دوستوں میں تذکرے ہوتے ہیں وہاں کہدیا جی فلاں صاحب نے تو یہ کیا تھا اور فلاں صاحب نے یہ کیا تھا اس طرح وہ ساری قوم کی ہلاکت کا موجب بن جاتے ہیں۔ تو بچوں کو پہلے تو اس بلا سے محفوظ رکھیں۔ پھر جب ذرا بڑی عمر کے ہوں تو ان کو سمجھائیں کہ اصل محبت تو خدا اور اُس کے دین سے ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے جس سے خدائی جماعت کو نقصان پہنچتا ہو۔ آپ کو اگر کسی کی ذات سے تکلیف پہنچی ہے یا نقصان پہنچا ہے تو اسکا ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ آپ کو حق ہے کہ اپنے ماحول، اپنے دوستوں، اپنے بچوں اور اپنی اولاد کے ایمانوں کو بھی آپ زخمی کرنا شروع کر دیں۔ اپنا زخم حوصلے کے ساتھ اپنے تک رکھیں اور اس کے اندمال کے جو ذرائع باقاعدہ خدا تعالیٰ نے مہیا فرمائے ہیں انکو اختیار کریں لیکن لوگوں میں ایسی باتیں کرنے سے پرہیز کریں۔

آئندہ صدی کی عظیم لیڈر شپ کا اہل بنانے والی تربیت

آج بھی جماعت میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں اور ایسے واقعات میری نظر میں آتے رہتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کو کوئی تکلیف پہنچی ہے اور اس نے بعض مخلصین کے سامنے وہ باتیں بیان کیں۔ وہ باتیں اگرچہ سچی تھیں لیکن اس نے یہ نہیں سوچا کہ ان مخلصین کے ایمان کو کتنا بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بعض واقفینِ زندگی نے بھی ایسی حرکتیں کیں، ان کو انتظامیہ سے یا تبشیر سے شکوہ ہوا غیر ملکوں کے نو احمدی مخلصین بیچارے ساری عمر بڑے اخلاص کے ساتھ جماعت سے تعلق رکھتے تھے ان کو اپنا ہمدرد بنانے کی خاطر یہ بتانے کیلئے کہ دیکھیں جی

ہمارے ساتھ یہ ہوا ہے، وہ قصے بیان کرنے شروع کئے۔ خود تو اس طرح بیچ کے واپس اپنے ملک میں چلے گئے اور پیچھے کئی زخمی رُوحیں چھوڑ گئے ان کا گناہ کس کے سر پہ ہوگا۔ یہ بھی ابھی طے نہیں ہوا کہ انتظامیہ کی غلطی تھی بھی یا نہیں۔ اور جہاں تک میں نے جائزہ لیا، غلطی انتظامیہ کی نہیں تھی۔ بدظنی سے سارا سلسلہ شروع ہوا لیکن اگر غلطی ہوتی بھی تب بھی کسی کا یہ حق نہیں ہے کہ اپنی تکلیف کی وجہ سے دوسروں کے ایمان ضائع کرے۔ پس سچّا وفادار وہ ہوا کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کی جماعت پر نظر رکھے۔ اسکی صحت پر نظر رکھے۔ پیار کا وہی ثبوت سچّا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تجویز کیا تھا اور اس سے زیادہ بہتر قابلِ اعتماد اَور کوئی بات نہیں۔ آپ نے سنا ہے بارہا مجھ سے بھی سنا ہے پہلے بھی سنتے رہے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سلیمانؑ کی عدالت میں دو دعویدار ماؤں کا جھگڑا پہنچا۔ جن کے پاس ایک ہی بچہ تھا کبھی ایک گھسیٹ کر اپنی طرف لے جاتی تھی کبھی دوسری گھسیٹ کر اپنی طرف لے جاتی تھی اور دونوں روتی اور شور مچاتی تھیں کہ یہ میرا بچّہ ہے۔ کسی صاحبِ فہم کو سمجھ نہیں آئی کہ اس مسئلہ کو کیسے طے کیا جائے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ طے کرنا تو بڑا مشکل ہے کہ یہ کس کا بچّہ ہے۔ اگر ایک کا بچہ کا ہوا اور دوسری کو دے دیا گیا تو بڑا ظلم ہوگا اس لیے کیوں نہ اس بچّے کو دو ٹکڑے کر دیا جائے اور ایک ٹکڑا ایک کو دے دیا جائے اور دوسرا ٹکڑا دوسری کو دے دیا جائے۔ تاکہ ناانصافی نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے جلّاد سے کہا کہ آؤ اس بچے کو عین بیچ سے نصف سے دو ٹکڑے کر کے ایک، ایک کو دے دو۔ اور دوسرا دوسری کو دے دو۔ جو ماں تھی وہ روتی چیختی ہوئی بچے پر گر پڑی کہ میرے ٹکڑے کر دو اور یہ بچہ اسکو دے دو لیکن خدا کے لیے اس بچّہ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا

کہ یہ بچہ اس کا ہے۔ پس جو خدا کی خاطر جماعت سے محبت رکھتا ہے، کیسے ممکن ہے کہ وہ جماعت کو ٹکڑے ہونے دے اور ایسی باتیں برداشت کر جائے کہ جس کے نتیجہ میں کسی کے ایمان کو گزند پہنچتا ہو۔ وہ اپنی جان پر سب وبال لے لیگا اور یہی اسکی سچائی کی علامت ہے۔ لیکن اپنی تکلیف کو دوسرے کی رُوح کو زخمی کرنے کیلئے استعمال نہیں کریگا پس واقفین میں اس تربیت کی غیر معمولی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ ایک دفعہ واقعہ نہیں ہوا، دو دفعہ نہیں ہوا بیسیوں مرتبہ پہلے ہو چکا ہے اور اس کے نتیجہ میں بعض دفعہ بڑے فتنے پیدا ہوئے ہیں۔ ایک شخص سمجھتا ہے کہ میں نے خوب چالاکی کی ہے خوب انتقام لیا ہے، اس طرح تحریک جدید نے مجھ سے کیا اور اسطرح پھر میں نے اس کا جواب دیا۔ اب دیکھ لو میرے پیچھے کتنا بڑا گروہ ہے۔ اور یہ نہیں سوچا کہ وہ گروہ اس کے پیچھے نہیں وہ شیطان کے پیچھے تھا۔ وہ بجائے متقیوں کا امام بننے کے منافقین کا امام بن گیا ہے اور اپنے آپکو بھی ہلاک کیا ہے اور اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی ہلاک کیا۔ پس یہ چھوٹی چھوٹی باتیں سہی لیکن غیر معمولی نتائج پیدا کرنیوالی باتیں ہیں۔ آپ بچپن سے ہی اپنے واقفینِ نَو کو یہ باتیں سمجھائیں اور پیار و محبت سے ان کی تربیت کریں تاکہ وہ آئندہ صدی کی عظیم لیڈرشپ کے اہل بن سکیں۔

واقفین بچوں میں وفا کا مادہ پیدا کریں

اور بہت سی باتوں میں سے ایک اہم بات جو میں آخر پر کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ واقفین بچوں کو وفا سکھائیں۔ وقفِ زندگی کا وفا سے بہت گہرا تعلق ہے۔ وہ واقفِ زندگی جو وفا کے ساتھ آخری سانس تک اپنے وقف کیساتھ نہیں چمٹتا وہ جب الگ ہوتا ہے تو خواہ جماعت اسکو سزا دے یا نہ دے وہ اپنی رُوح پر غدّاری کا داغ لگا لیتا ہے۔ اور یہ بہت بڑا داغ ہے۔ اس لیے آپ نے جو فیصلہ کیا

ہے اپنے بچوں کو وقف کرنے کا یہ بہت بڑا فیصلہ ہے۔ اس فیصلے کے نتیجہ میں یا تو یہ بچے عظیم اولیاء بنیں گے یا پھر عام حال سے بھی جاتے رہیں گے اور ان کو شدید نقصان پہنچنے کا بھی احتمال ہے۔ جتنی بلندی ہو اتنا ہی بلندی سے گرنے کا خطرہ بھی تو بڑھ جایا کرتا ہے۔ اسلئے بہت احتیاط سے انکی تربیت کریں اور ان کو وفا کے سبق دیں اور بار بار دیں۔ بعض دفعہ ایسے واقفین جو وقف چھوڑتے ہیں وہ اپنی طرف سے چالاکی سے چھوڑتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب ہم جماعت کی حد سے باہر نکل گئے، اب ہم آزاد ہوگئے، اب ہمارا کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ چالاکی تو ہوتی ہے لیکن عقل نہیں ہوتی۔ وہ چالاکی سے اپنا نقصان کرنیوالے ہوتے ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے میرے سامنے ایک ایسے واقفِ زندگی کا معاملہ آیا جسکی ایسے ملک میں تقرّری تھی کہ اگر وہاں ایک معیّن عرصہ تک وہ رہے تو وہاں کی NATIONALITY کا حقدار بن جاتا تھا۔ بعض وجوہات سے میں نے اس کا تبادلہ ضروری سمجھا۔ چنانچہ جب میں نے اس کا تبادلہ کیا تو چھ یا سات ماہ ابھی اس مدّت میں باقی تھے جس کے بعد وہ نیشنیلٹی کا حقدار بنتا تھا تو اس کے بڑے لجاجت کے اور محبت اور خلوص کے خط آنے شروع ہوئے کہ مجھے یہاں قیام کی کچھ مزید مہلت دی جائے میں نے وہ مہلت دے دی۔ بعض صاحبِ فہم لوگوں نے یہ سمجھا کہ وہ مجھے بیوقوف بنا گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا کہ جناب یہ تو آپ کے ساتھ چالاکی کر گیا ہے۔ اور یہ تو چاہتا ہے کہ عرصہ پورا ہو اور پھر وقف سے آزاد ہو جائے پھر اس کو پرواہ کوئی نہ رہے۔ میں نے ان کو بتایا یا لکھا کہ مجھے سب پتہ ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میرے علم میں نہیں کہ یہ کیوں ایسا کر رہا ہے۔ لیکن وہ میرے ساتھ چالاکی نہیں کر رہا وہ اپنے نفس کے ساتھ چالاکی کر رہا ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ

إِلَّآ اَنْفُسَهُمْ اس لیے مَیں اس کی ڈور ڈھیلی چھوڑ رہا ہوں تاکہ یہ جو مجھے ظن ہے اور آپ کو بھی ہے یہ کہیں بدظنی نہ ہو۔ اگر وہ اس قسم کا ہے جیسا آپ سمجھ رہے ہیں اور جیسا مجھے بھی گمان ہے تو پھر وقف میں رہنے کے لائق نہیں ہے۔ بدظنی کے نتیجہ میں یعنی اس ظن کے نتیجہ میں جو بدظنی بھی ہو سکتی ہے بجائے اسکے کہ ہم اسکو بدلتے پھریں اور اس کو بچاتے پھریں اس کو موقعہ ملنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ حیران رہ گیا کہ میں نے اسکو اجازت دیدی ہے۔ پھر اس نے کہا اب مزید اتنا عرصہ مل جائے تو اتنا روپیہ بھی مجھے مل جائے گا۔ میں نے کہا بیشک تم وہ بھی لے لو۔ اور جب وہ واپس گیا تو اس کے بعد وہی ہوا جو ہونا تھا۔ کیسی بے وقوفوں والی چالاکی ہے۔ بظاہر سمجھ کی وہ بات جو تقوٰی سے خالی ہوا کرتی ہے اس کو ہم عام دنیا میں چالاکی کہتے ہیں۔ پس اپنے بچوں کو سطحی چالاکیوں سے بھی بچائیں۔

بعض بچّے شوخیاں کرتے ہیں اور چالاکیاں کرتے ہیں اور ان کو عادت پڑجاتی ہے وہ دین میں بھی پھر ایسی شوخیوں اور چالاکیوں سے کام لیتے رہتے ہیں اور اسکے نتیجہ میں بعض دفعہ ان شوخیوں کی تیزی خود ان کے نفس کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اس لیے وقف کا معاملہ بہت اہم ہے۔ واقفین بچّوں کو یہ سمجھائیں کہ خدا کے ساتھ ایک عہد ہے جو ہم نے تو بڑے خلوص کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن اگر تم اس بات کے متحمل نہیں ہو تو تمہیں اجازت ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ ایک گیٹ اَور بھی آئے گا جب یہ بچے بلوغت کے قریب پہنچ رہے ہوں گے۔ اسوقت دوبارہ جماعت ان سے پوچھے گی کہ وقف میں رہنا چاہتے ہو یا نہیں چاہتے۔ ایک دفعہ امریکہ میں ڈزنی لینڈ میں جانے کا اتفاق ہوا وہاں ایک RIDE ایسی تھی جس میں بہت ہی زیادہ خوفناک موڑ آتے تھے اور اسکی رفتار بھی تیز تھی اور اچانک بڑی تیزی کے ساتھ مڑتی تھی تو کمزور دل والوں

کو اس سے خطرہ تھا کہ ممکن ہے کسی کا دل ہی نہ بیٹھ جائے۔ چنانچہ انہوں نے WARNINGS لگائی ہوئی تھیں کہ اب بھی واپس جاسکتے ہو، اب بھی واپس جاسکتے ہو اور پھر آخری ایک وارننگ تھی سرخ رنگ میں کہ اب یہ آخری ہے اب واپس نہیں جاسکوگے۔ تو وہ بھی ایک گیٹ جماعت میں آنے والا ہے جب ان بچوں سے جو آج وقف ہوئے ہیں ان سے پوچھا جائے گا کہ اب یہ آخری دروازہ ہے پھر تم واپس نہیں جاسکتے۔ اگر زندگی کا سودا کرنے کی ہمّت ہے، اگر اس بات کی توفیق ہے کہ اپنا سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دو اور پھر کبھی واپس نہ لو، پھر تم آگے آؤ ورنہ تم اُلٹے قدموں واپس مڑجاؤ۔ تو اس دروازے میں داخلے کیلئے آج سے انکو تیار کریں۔ وقف وہی ہے جس پر آدمی وفا کے ساتھ تادمِ آخر قائم رہتا ہے۔ ہر قسم کے زخموں کے باوجود انسان گھسٹتا ہوا بھی اسی راہ پر بڑھتا ہے۔ واپس نہیں مڑا کرتا۔ ایسے وقف کے لیے اپنی آئندہ نسلوں کو تیار کریں۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم واقفین کی ایک ایسی فوج خدا کی راہ میں پیش کریں جو ہر قسم کے ان ہتھیاروں سے مزیّن ہو جو خدا کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے ضروری ہوا کرتے ہیں اور پھر اُن پر انکو کامل دسترس ہو۔"

(مرتبہ : ی۔ س۔ م)

(کتابت : م۔ا۔خ)

واقفینِ نَو کی نئی نسل کی تیاری کے سلسلہ میں کچھ نصائح

(۳)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
-1	واقفین نو کی بدنی صحت کا خاص طور پر خیال رکھیں	1
-2	ان کے علم کا دائرہ وسیع کریں	2
-3	انہیں گندے لٹریچر سے دور رکھیں	2
-4	اپنے بچوں کو جو کچھ آپ پڑھاتے ہیں اس کے متعلق خوب متنبہ رہیں	5
-5	سب سے زیادہ زور عربی زبان پر دینا چاہئے	5
-6	عربی کے بعد اردو بھی بہت اہمیت رکھتی ہے	6
-7	آئندہ واقفین نسلوں کو کم از کم تین زبانوں کا ماہر بنانا ہوگا عربی اردو اور مقامی زبان	7
-8	واقفین بچوں کو خوش اخلاق بنائیں	7
-9	خوش اخلاق ان معنوں میں کہ لوگوں کو پیار سے جیت سکتے ہوں	8
-10	آپ کی دلی خواہش یہی ہونی چاہئے کہ واقفین بچیاں واقفین سے بیاہی جائیں	9
-11	واقفین بچیوں کو ایجوکیشن، میڈیکل، کمپیوٹر، ٹائپنگ، اور زبانوں کی تعلیم دیں	11

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۸۹ء بمقام ہالینڈ

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

یہ خطبہ جمعہ جو آج میں احمدیہ مشن ہالینڈ میں دے رہا ہوں دراصل میرے گزشتہ خطبے کا ایک تتمہ ہے اور اس خطبے میں نسبتاً آہستہ گفتگو کروں گا کیونکہ اس خطبے میں ساتھ ساتھ (ڈچ) زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے اور جہاں تک میرا گزشتہ تجربہ ہے یہاں ڈچ ترجمہ کرنے والے جو انگریزی سے تو بہت اچھا اور ساتھ ساتھ رواں ترجمہ کر لیتے ہیں مگر ڈچ زبان میں باوجود مہارت کے ساتھ ساتھ تیزی سے ترجمہ کرنے کی استطاعت ابھی ہمارے مبلغین میں نہیں ہے۔ یعنی اردو سے براہ راست ترجمہ کرنے کی۔ اسلئے فقرے بھی چھوٹے بولنے پڑیں گے تاکہ مضمون کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ میں نے گزشتہ خطبے میں واقفین کی نئی نسل کی تیاری کے سلسلے میں کچھ نصائح کی تھیں۔ یعنی واقفین کی اس نسل کی تیاری کے سلسلے میں جو اگلی صدی کے تحفے کے طور پر جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر رہی ہے۔ چونکہ یہ مضمون پوری طرح گزشتہ خطبے میں ادا نہیں ہو سکا، بعض پہلو رہ گئے اور بعض مزید وضاحت کے محتاج تھے اسلئے آج مختصراً میں اسی مضمون کو بیان کرونگا۔ واقفین کی تیاری کے سلسلے میں ان کی بدنی صحت کا بھی خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے۔ وہ واقفین جو مختلف عوارض کا شکار رہتے ہیں اگرچہ بعض ان میں سے خدا تعالیٰ سے توفیق پاکر غیر معمولی خدمت بھی سرانجام دے

سکتے ہیں لیکن بالعموم صحت مند واقفین بیمار واقفین کے مقابل پر زیادہ خدمت کے اہل ثابت ہوتے ہیں اسلئے بچپن ہی سے انکی صحت کی بہت احتیاط کے ساتھ نگہداشت ضروری ہے۔ پھر انکو مختلف کھیلوں میں آگے بڑھانے کی باقاعدہ کوشش کرنی چاہئے۔ ہر شخص کا مزاج کھیلوں کے معاملے میں مختلف ہے۔ پس جس کھیل سے بھی کسی واقف بچے کو رغبت ہو اس کھیل میں حتی المقدور کوشش کے ساتھ ماہرین کے ذریعے اسکو تربیت دلانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ ایک ایسا مربی جو کسی کھیل میں مہارت رکھتا ہو محض اس کھیل کی وساطت سے لوگوں پر کافی اثر رسوخ قائم کرلیتا ہے اور نوجوان نسلیں اسکے ساتھ خاص طور پر وابستہ ہو جاتی ہیں۔ پس ہم تربیت کا کوئی بھی راستہ اختیار کریں۔ کیونکہ ہماری نیتیں خالص ہیں۔ اسلئے وہ رستہ خدا ہی کی طرف جائے گا۔ دنیاوی تعلیم کے سلسلے میں میں نے بیان کیا تھا کہ انکی تعلیم کا دائرہ وسیع کرنا چاہئے۔ انکے علم کا دائرہ وسیع کرنا چاہئے اس سلسلے میں قوموں کی تاریخ اور مختلف ممالک کے جغرافیہ کو خصوصیت کے ساتھ انکی تعلیم میں شامل کرنا چاہئے۔ لیکن تعلیم میں بچے کے طبعی بچپن کے رجحانات کو ضرور پیش نظر رکھنا ہوگا۔ اور محض تعلیم میں ایسی سنجیدگی اختیار نہیں کرنی چاہئے جس سے وہ بچہ یا تو بالکل تعلیم سے بے رغبتی اختیار کر جائے یا دوسرے بچوں سے اپنے آپ کو بالکل الگ شمار کرنے لگے اور اسکا طبعی رابطہ دوسرے بچوں سے منقطع ہو جائے۔ مثلاً بچے کہانیاں بھی پسند کرتے ہیں۔ اور ایک عمر میں جاکر انکو ناولز کے مطالعہ سے بھی دور نہیں رکھنا چاہئے لیکن بعض قسم کی لغو کہانیاں جو انسانی طبیعت پر گندے اور گہرے بد اثرات چھوڑ جاتی ہیں ان سے انکو بچانا چاہئے خواہ نمونے کے طور پر ایک آدھ کہانی انہیں پڑھا بھی دی جائے۔ بعض بچے (DETECTIVE STORIES) یعنی جاسوسی کہانیوں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں لیکن اگر

انہیں اسی قسم کی لغو جاسوسی کہانیاں پڑھائی جائیں جیسے آجکل پاکستان میں رائج ہے۔ اور بعض مصنف بچوں میں غیر معمولی شہرت اختیار کر چکے ہیں جاسوسی کہانیوں کے مصنف کے طور پر تو بجائے اسکے کہ انکا ذہن تیز ہو انکی استدلال کی طاقتیں صیقل ہو جائیں اور زیادہ پہلے سے بڑھ کر ان میں استدلال کی قوت چمکے وہ ایسے جاہلانہ جاسوسی تصورات میں مبتلا ہو جائیں گے کہ جسکا نتیجہ عقل کے ماؤف ہونے کے سوا اور کچھ نہیں نکل سکتا۔ شرلک ہومز کو تمام دنیا میں جو غیر معمولی عظمت حاصل ہوئی ہے وہ بھی تو جاسوسی ناول لکھنے والا انسان تھا لیکن اسکی جاسوسی کہانیاں دنیا کی اتنی زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہیں کہ آج تک کسی دوسرے مصنف کی اس طرز کی کہانیاں دوسری زبانوں میں اسطرح ترجمہ نہیں کی گئیں۔ جسطرح شیکسپیئر کے نام پر انگریز قوم کو فخر ہے۔ اسطرح اس جاسوسی ناول نگار کے نام پر بھی انگریز قوم فخر کرتی ہے یہ محض اسلئے ہے کہ اسکے استدلال میں معقولیت تھی اگرچہ کہانیاں فرضی تھیں۔ اسلئے اس قسم کی جاسوسی کہانیاں بچوں کو ضرور پڑھائی جائیں جن سے استدلال کی قوتیں تیز ہوں لیکن احمقانہ جاسوسی کہانیاں تو استدلال کی قوتوں کو پہلے سے تیز کرنے کی بجائے ماؤف کرتی ہیں۔ اسی طرح ایک رواج ہندوستان میں اور پاکستان میں آجکل بہت بڑھ رہا ہے۔ اور وہ بچوں کو دیومالائی کہانیاں پڑھانے کا رواج ہے۔ اور ہندوستان کی دیو مالائی کہانیوں میں اس قسم کے لغو تصورات بکثرت ملتے ہیں جو بچے کو بھوتوں اور جادو کا قائل کریں اور اس قسم کے تصورات اسکے دل میں جاگزیں کریں۔ کہ گویا سانپ ایک عمر میں جاکر اس قابل ہو جاتا ہے کہ دنیا کے ہر جانور کا روپ دھارلے اور اسی طرح جادوگرنیاں اور ڈائنیں انسانی زندگی میں ایک گہرا کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ سارے فرضی قصے اگر بڑا پڑھے تو جانتا ہے کہ یہ محض دل بہلاوے کی من گھڑت کہانیاں ہیں لیکن جب بچہ پڑھتا ہے تو ہمیشہ کے لیے اسکے دل پہ بعض اثرات قائم ہو جاتے ہیں۔

جو بچہ ایک دفعہ ان کہانیوں کے اثر سے ڈرپوک ہو جائے اور اندھیرے اور انہونی چیزوں سے خوف کھانے لگے پھر تمام عمر اسکی یہ کمزوری دور نہیں کی جا سکتی۔ بعض لوگ بچپن کے خوف اپنے بڑھاپے تک لے جاتے ہیں۔ اسلئے کہانیوں میں بھی ایسی کہانیوں کو ترجیح دینا ضروری ہے جن سے کردار میں عظمت پیدا ہو' حقیقت پسندی پیدا ہو' بہادری پیدا ہو۔ دیگر انسانی اخلاق میں سے بعض نمایاں کر کے پیش کیئے گئے ہیں۔ ایسی کہانیاں خواہ جانوروں کی زبان میں بھی پیش کی جائیں وہ نقصان کی بجائے فائدہ ہی دیتی ہیں۔ عربی کہانیاں لکھنے والوں میں یہ رجحان پایا جاتا تھا کہ وہ جانوروں کی کہانیوں کی صورت میں بہت سے اخلاقی سبق دیتے تھے اور الف لیلیٰ کے جو قصے تمام دنیا میں مشہور ہوئے ہیں ان میں اگرچہ بعض بہت گندی کہانیاں بھی شامل ہیں لیکن ان کے پس پردہ روح یہی تھی کہ مختلف قصوں کے ذریعہ بعض انسانی اخلاق کو نمایاں طور پر پیش کیا جائے مثلاً" یہ قصہ کہ ایک بادشاہ نے اپنی ملکہ کو ایک کتے کی طرح باندھ کر ایک جگہ رکھا ہوا تھا اور جانوروں کی طرح اس سے سلوک کیا جا رہا تھا اور کتے کو بڑے اہتمام کے ساتھ معزز انسانوں کی طرح محلات میں بٹھایا گیا تھا اور اسکی خدمت پر نوکر مامور تھے۔ یہ قصہ ظاہر ہے کہ بالکل فرضی ہے لیکن جو اعلیٰ خلق پیش کرنا مقصود تھا وہ یہ تھا کہ کتا مالک کا وفادار تھا اور ملکہ دغا باز اور احسان فراموش تھی۔ پس ایسی کہانیاں پڑھکر بچہ کبھی یہ سبق نہیں لیتا کہ بیوی پر ظلم کرنا چاہئے بلکہ یہ سبق لیتا ہے کہ انسان کو دوسرے انسان کا وفادار اور احسان مند رہنا چاہئے۔ اسی طرح مولانا روم کی مثنوی بعض کہانیاں ایسی بھی پیش کرتی ہے جو پڑھکر بعض انسان سمجھتے ہیں کہ یہ کیسے مولانا ہیں جو اتنی گندی کہانیاں بھی اپنی مثنوی میں شامل کئے ہوئے ہیں جن کو پڑھ کر انسان یہ سمجھتا ہے کہ ان کی ساری توجہ جنسیات کی طرف ہے اور اسکے باہر یہ سوچ بھی

نہیں سکتے۔ چنانچہ ایک دفعہ لاہور کے ایک معزز غیر احمدی سیاستدان نے مجھے مولانا روم کے مثنوی پیش کی جس میں جگہ جگہ نشان لگائے ہوئے تھے اور ساتھ یہ کہا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ انسان تھا یہ اتنا بڑا مرتبہ تھا ایسا بڑا فلسفی تھا' ایسا صوفی تھا لیکن یہ واقعات آپ پڑھیں اور مجھے بتائیں کہ کوئی شریف انسان یہ برداشت کرے گا کہ اسکی بہو بیٹیاں ان کہانیوں کو پڑھیں چنانچہ جب میں نے ان حصوں کو خصوصیت سے پڑھا تو یہ معلوم ہوا کہ نتیجہ نکالنے میں اس دوست نے غلطی کی ہے۔ یہ کہانیاں جنسیات سے ہی تعلق رکھتی تھیں لیکن انکا آخری نتیجہ ایسا تھا کہ انسان کو جنسی بے راہ روی سے سخت متنفر کر دیتا تھا اور انجام ایسا تھا جس سے جنسی جذبات کو انگیخت ہونے کی بجائے پاکیزگی کی طرف انسانی ذہن مائل ہوتا تھا۔ پس یہ تو اسوقت میرا مقصد نہیں کہ تفصیل سے لٹریچر کی مختلف قسموں پر تبصرہ کروں۔ یہ چند مثالیں اسلئے آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ اپنے بچوں کو جو کچھ آپ پڑھاتے ہیں اسکے متعلق خوب متنبہ رہیں کہ اگر غلط لٹریچر بچپن میں پڑھایا گیا تو اسکے بد اثرات بعض موت تک ساتھ چمٹے رہتے ہیں اور اگر اچھا لٹریچر پڑھایا جائے تو اسکے نیک اثرات بھی بہت ہی شاندار نتائج پیدا کرتے ہیں اور بعض انسانوں کی زندگیاں سنوار دیا کرتے ہیں

جہاں تک زبانوں کا تعلق ہے۔ سب سے زیادہ زور شروع ہی سے عربی زبان پر دینا چاہئے کیونکہ ایک مبلغ عربی کے گہرے مطالعہ کے بغیر اور اسکے باریک در باریک مفاہیم کو سمجھے بغیر قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتا۔ اسلئے بچپن ہی سے عربی زبان کے لیے بنیاد قائم کرنی چاہئے اور جہاں ذرائع میسر ہوں اسکی بول چال کی تربیت بھی دینی چاہئے۔ قادیان اور ربوہ میں ایک زمانے میں جب ہم طالبعلم تھے عربی زبان کی طرف تو توجہ تھی لیکن بول چال کا محاورہ نہیں سکھایا جاتا

تھا یعنی توجہ سے نہیں سکھایا جاتا تھا۔ اسلئے اسکا بھی ایک نقصان بعد میں سامنے آیا۔ آج کل جو رواج ہے کہ بول چال سکھائی جا رہی ہے لیکن زبان کے گہرے معانی کی طرف پوری توجہ نہیں کی جاتی اسلئے بہت سے عرب بھی ایسے ہیں اور تجارت کی غرض سے عربی سیکھنے والے بھی ایسے ہیں جو زبان بولنا تو سیکھ گئے ہیں لیکن عربی کی گہرائی سے ناواقف ہیں اور اسکی گرائمر پر عبور نہیں ہے۔ پس اپنی واقفین نسلوں کو ان دونوں پہلوؤں سے متوازن تعلیم دیں۔ **عربی کے بعد اردو بھی بہت اہمیت رکھتی ہے** کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی کامل غلامی میں اس زمانے کا جو امام بنایا گیا ہے اسکا اکثر لٹریچر اردو میں ہے احمدیہ لٹریچر چونکہ خالصتاً" قرآن اور حدیث کی تفسیر میں ہے اسلئے عرب پڑھنے والے بھی جب آپکے عربی لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ کہ قرآن اور حدیث پر ایک ایسی گہری معرفت اس انسان کو حاصل ہے کہ جوان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ جو مادری لحاظ سے عربی زبان سیکھنے اور بولنے والے ہیں۔ چنانچہ ہمارے عربی مجلہ التقویٰ میں حضرت اقدس مسیح موعود کے جو اقتباسات شائع ہوتے ہیں۔ انکو پڑھ کر بعض غیر احمدی عرب علما کے ایسے عظیم الشان تحسین کے خط ملتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ بعض ان میں سے مفتیوں کے بیٹے ہیں۔ اس عظمت کے آدمیوں کے بیٹے ہیں جن کو دین پر عبور ہے اور دین میں معروف مفتی ہیں انکا نام لینا یہاں مناسب نہیں لیکن انہوں نے مجھے خط لکھا کہ ہم تو حیران رہ گئے ہیں دیکھ کر۔ اور بعض عربوں نے کہا کہ ایسی خوبصورت زبان ہے ایسی دلکش عربی زبان ہے حضرت مسیح موعود کی۔ ایک شخص نے کہا میں بہت شوقین ہوں عربی لٹریچر کا مگر آج تک اس عظمت کا لکھنے والا میں نے کوئی عرب نہیں دیکھا۔ پس عربی کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود کے اردو لٹریچر کا مطالعہ بھی ضروری ہے اور بچوں کو اتنے معیار کی اردو

سکھانی ضروری ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کے اردو لٹریچر سے براہ راست فائدہ اٹھا سکیں۔ جہاں تک دنیا کی دیگر زبانوں کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے اب دنیا کے اکثر اہم ممالک میں ایسی احمدی نسلیں تیار ہو رہی ہیں جو مقامی زبان نہایت شستگی کے ساتھ اہل زبان کی طرح بولتی نہیں اور یہاں ہالینڈ میں بھی ایسے بچوں کی کمی نہیں ہے جو باہر سے آنے کے باوجود ہالینڈ کی زبان ہالینڈ کے باشندوں کی طرح نہایت شستگی اور صفائی سے بولنے والے ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ انکا اردو کا معیار ویسا نہیں رہا۔ چنانچہ بعض بچوں سے جب میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ہالینڈش زبان میں تو وہ بہت ترقی کر چکے ہیں لیکن اردو زبان پر عبور خاصا قابل توجہ ہے یعنی عبور حاصل نہیں ہے اور معیار کا خاصہ قابل توجہ ہے پس **آئندہ اپنی واقفین نسلوں کو کم از کم تین زبانوں کا ماہر بنانا ہوگا۔ عربی اردو اور مقامی زبان۔** پھر ہمیں انشاء اللہ آئندہ صدی کے لیے اکثر ممالک میں احمدیت یعنی حقیقی (دین حق) کی تعلیم پیش کرنے والے بہت اچھے مبلغ مہیا ہو جائیں گے۔ آئندہ جماعت کی ضروریات میں بعض انسانی خلق سے تعلق رکھنے والی ضروریات ہیں جنکا میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا اور اب دوبارہ اس پہلو پر زور دینا چاہتا ہوں۔ پس **واقفین بچوں کے اخلاق پر خصوصیت سے توجہ کی ضرورت ہے۔ انہیں خوش اخلاق بنانا چاہیئے۔** ایک تو اخلاق کا لفظ ہے جو زیادہ گہرے خصائل سے تعلق رکھتا ہے اسکے متعلق میں پہلے کئی دفعہ بات کر چکا ہوں لیکن ایک اخلاق کا معنی عرف عام میں انسان کی میل جول کی اس صلاحیت کو کہتے ہیں جس سے وہ دشمن کم بناتا ہے اور دوست زیادہ۔ کوئی بد مزاج انسان اچھا واقف زندگی ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی خشک مزاج انسان ملاں تو کہلا سکتا ہے' صحیح معنوں میں روحانی انسان نہیں بن سکتا۔ ایک دفعہ ایک واقف زندگی کے متعلق ایک جگہ سے شکایتیں ملیں کہ یہ بد خلق

ہے اور ترش روئی سے لوگوں سے سلوک کرتا ہے۔ جب میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو اسنے یہ جواب دیا کہ سب جھوٹ بولتے ہیں میں تو بالکل درست اور صحیح چل رہا ہوں اور انکی خرابیاں ہیں جب توجہ دلاتا ہوں تو پھر آگے سے غصہ کرتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ خرابیوں کی طرف تو سب سے زیادہ توجہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے دلائی تھی اور جتنی دوری اس دنیا کے لوگوں کی آپؐ سے تھی اسکا ہزارواں حصہ بھی جماعت احمدیہ کے نوجوان آپ سے فاصلے پر نہیں کھڑے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل طور پر معصوم تھے اور آپ خود اپنے اندر کچھ خرابیاں رکھتے ہیں۔ جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب تھے وہ تمام برائیوں کی آماجگاہ تھے مگر یہ نوجوان تو کئی پہلوؤں سے سلجھے ہوئے' منجھے ہوئے' اور باہر کی دنیا کے جوانوں سے سینکڑوں گنا بہتر ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ جب نصیحت کریں تو وہ بدکتے ہیں اور متنفر ہوتے ہیں اور آنحضرتؐ جب نصیحت فرماتے تھے وہ آپ کے عاشق ہو جایا کرتے تھے۔ دوسرے میں نے ان سے کہا کہ ایک آدھ شکایت تو ہر مبلغ کے متعلق' ہر ایسے شخص کے متعلق آہی جاتی ہے جو کسی کام پر مامور ہو ہر شخص کو وہ راضی نہیں کر سکتا کچھ لوگ ضرور ناراض ہو جایا کرتے ہیں لیکن ایک شخص کے متعلق شکایتوں کا تانتا لگ جائے تو اس پر غالب کا یہ شعر اطلاق پاتا ہے۔

سختی سہی کلام میں لیکن نہ اسقدر
کی جس سے بات اسنے شکایت ضرور کی

پس اپنے بچوں کو خوش اخلاق ان معنوں میں بنائیں کہ میٹھے بول بول سکتے ہوں۔ لوگوں کو پیار سے جیت سکتے ہوں۔ غیروں اور دشمنوں

کے دلوں میں راہ پاسکتے ہوں۔ اعلیٰ سوسائیٹی میں سرایت کر سکتے ہوں کیونکہ اسکے بغیر نہ تربیت ہو سکتی ہے نہ تبلیغ ممکن ہے۔ بعض مبلغوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے اسلیئے اپنے ملک کے بڑے سے بڑے لوگوں سے جب وہ ملتے ہیں تو تھوڑی سی ملاقات میں وہ انکے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔اور اسکے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ کی عظیم الشان راہیں کھل جاتی ہیں۔ جہاں تک بچیوں کا تعلق ہے اس سلسلے میں بھی بارہا ماں باپ سوال کرتے ہیں کہ ہم انہیں کیا بنائیں؟ وہ تمام باتیں جو مردوں کے متعلق یا لڑکوں کے متعلق میں نے بیان کی ہیں۔ وہ ان پر بھی اطلاق پاتی ہیں۔ لیکن اسکے علاوہ انہیں گھر گرہستی کی اعلیٰ تعلیم دینی بہت ضروری ہے اور گھریلو اقتصادیات سکھانا ضروری ہے کیونکہ بعید نہیں کہ وہ واقفین بچیاں واقفین کے ساتھ ہی بیاہی جائیں۔ جب میں کہتا ہوں کہ بعید نہیں تو مراد یہ ہے کہ آپکی دلی خواہش یہی ہونی چاہیئے کہ واقفین بچیاں واقفین سے بیاہی جائیں ورنہ غیرواقفین کے ساتھ انکی زندگی مشکل گزرے گی اور مزاج میں بعض دفعہ ایسی دوری ہو سکتی ہے۔ ایک واقف زندگی بچی کا اپنے غیر واقف خاوند کے ساتھ مذہب میں اسکی کم دلچسپی کی وجہ سے گزارانہ ہو اور واقفین کے ساتھ شادی کے نتیجے میں بعض دوسرے مسائل اسکو درپیش ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ امیر گھرانے کی بچی ہے۔ اسکی پرورش ناز و نعم میں ہے اور اعلیٰ معیار کی زندگی گزار رہی ہے تو جب تک شروع ہی سے اسے اس بات کے لیے ذہنی طور پر آمادہ نہ کیا جائے کہ وہ سادہ' سخت زندگی اور مشقت کی زندگی برداشت کر سکے اور یہ سلیقہ نہ سکھایا جائے کہ تھوڑے پر بھی انسان راضی ہو سکتا ہے اور تھوڑے پر بھی سلیقے کے ساتھ انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ پس ایسی لڑکیاں جن کو بچپن سے مطالبوں کی عادت ہوتی ہے وہ جب واقفین زندگی کے گھروں میں جاتی ہیں تو انکے لیے بھی جہنم پیدا

کرتی ہیں اور اپنے لیئے بھی۔ مطالبے میں فی ذاتہ کوئی نقص نہیں لیکن اگر مطالبہ توفیق سے بڑھکر ہو تو پھر خواہ خاوند سے ہو یا ماں باپ سے یا دوستوں سے تو زندگی کو اجیرن بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں ہمیں کیا خوبصورت سبق دیا جب فرمایا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا کہ خدا کسی کی توفیق سے بڑھ کر اس سے مطالبہ نہیں کرتا۔ تو بندوں کا کیا حق ہے کہ توفیق سے بڑھکر مطالبے کریں۔ پس واقفین زندگی کی بیویوں کے لیے یا واقفین زندگی لڑکیوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ سلیقہ سیکھیں کہ کسی سے اسکی توفیق سے بڑھکر نہ توقع رکھیں نہ مطالبہ کریں اور قناعت کے ساتھ کم پر راضی رہنا سیکھ لیں۔ اس ضمن میں ایک اہم بات جو بتانی چاہتا ہوں کہ حضرت مصلح موعود نے واقفین کی تحریک کے ساتھ ایک یہ بھی تحریک فرمائی کہ امیر گھروں کے بچوں کے لیے گھر کے باقی افراد کو یہ قربانی کرنی چاہیئے کہ اسکے وقف کی وجہ سے اسکے لیے خصوصیت کے ساتھ کچھ مالی مراعات مہیا کریں اور یہ سمجھیں کہ جتنا مالی لحاظ سے ہم اسکو بے نیاز بنائیں گے اتنا بہتر رنگ میں وہ قومی ذمہ داریوں کی امانت کا حق ادا کر سکے گا۔ اس نصیحت کا اطلاق صرف امیر گھرانوں پر نہیں بلکہ غریب گھرانوں پر بھی ہوتا ہے۔ ہر واقف زندگی گھر کو یعنی ہر گھر جس میں کوئی واقف زندگی ہے آج ہی سے یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ خدا ہمیں جس پر رکھے گا ہم اپنے واقف زندگی تعلق والے کو اس سے کم معیار پر نہیں رہنے دیں گے یعنی جماعت کے مطالبے کی بجائے بھائی اور بہنیں یا ماں باپ اگر زندہ ہوں اور توفیق رکھتے ہوں یا دیگر قریبی مل کر یہ ایسا نظام بنائیں گے کہ واقف زندگی بچہ اپنے زندگی کے معیار میں اپنے گھر والوں کے ماحول اور انکے معیار سے کم تر نہ رہے۔ چنانچہ ایسے بچے جب زندگی کی دوڑ میں حصہ لیتے ہیں تو کسی قسم کے (Complex

Inferiority) یعنی احساس کمتری کا شکار نہیں رہتے اور امانت کا حق زیادہ بہتر ادا کر سکتے ہیں۔ جہاں تک بچیوں کی تعلیم کا تعلق ہے اس میں خصوصیت کے ساتھ تعلیم دینے کی تعلیم دلانا یعنی ایجوکیشن کی انسٹرکشن جسے (Bachelor Degree in Education) غالباً" کہا جاتا ہے یا جو بھی اسکا نام ہے مطلب یہ ہے کہ انکو استانیاں بننے کی ٹریننگ دلوانا خواہ انکو استانی بنانا ہو یا نہ بنانا ہو انکے لیے مفید ہو سکتا ہے۔ اسی طرح لیڈی ڈاکٹرز کی جماعت کو خدمت کے میدان میں بہت ضرورت ہے پھر کمپیوٹر سپیشلسٹ کی ضرورت ہے اور ٹائپسٹ کی ضرورت ہے اور یہ سارے کام عورتیں مردوں کے ملے جلے بغیر' سوائے ڈاکٹری کے' باقی سارے کام عمدگی سے سرانجام دے سکتی ہیں۔ پھر زبانوں کا ماہر بھی انکو بنایا جائے یعنی لٹریری (Literary) نقطہ نگاہ سے' ادبی نقطہ نگاہ سے انکو زبانوں کا چوٹی کا ماہر بنانا چاہیئے تاکہ یہ جماعت کی تصنیفی خدمات کر سکیں۔ اسطرح اگر ہم سب اپنی آئندہ واقفین نسلوں کی نگہداشت کریں اور انکی پرورش کریں انکو بہترین واقف بنانے میں مل کر جماعتی لحاظ سے اور انفرادی لحاظ سے سعی کریں تو میں امید رکھتا ہوں کہ آئندہ صدی کے اوپر جماعت احمدیہ کی اس صدی کی نسلوں کا ایک ایسا احسان ہوگا کہ جسے وہ ہمیشہ جذبہ تشکر اور دعاؤں کے ساتھ یاد کریں گے۔ آخر پر یہ بتانا ضروری ہے کہ سب سے زیادہ زور تربیت میں دعا پر ہونا چاہئے یعنی ان بچوں کے لیے ہمیشہ دردمندانہ دعائیں کرنا اور ان بچوں کو دعا کرنا سکھانا اور دعا کرنے کی تربیت دینا تاکہ بچپن ہی سے یہ اپنے رب سے ایک ذاتی گہرا تعلق قائم کر لیں اور اس تعلق کے پھل کھانے شروع کر دیں۔ جو بچہ دعا کے ذریعے اپنے رب کے احسانات کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے وہ بچپن ہی سے ایک ایسی روحانی شخصیت حاصل کر لیتا ہے جسکا مربی ہمیشہ خدا بنا

رہتا ہے اور دن بدن اسکے اندر وہ تقدس پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے جو خدا کے سچے تعلق کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور دنیا کی کوئی تعلیم اور کوئی تربیت وہ اندرونی تقدس انسان کو نہیں بخش سکتی جو خدا تعالیٰ کی معرفت اور اسکے پیار اسکی محبت کے نتیجے میں نصیب ہوتا ہے۔ پس ان بچوں کی تربیت میں دعاؤں سے بہت زیادہ کام لیں۔ خود انکے لیے دعا کریں اور انکو دعا کرنے والے بچے بنائیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ ان ذرائع کو اختیار کرکے انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کے سپرد کرنے سے پہلے پہلے ہی یہ بچے ہر قسم کے حسن سے آراستہ ہو چکے ہوں گے اور ایسے ماں باپ بڑی خوشی کے ساتھ اور کامل اطمینان کے ساتھ ایک ایسی قربانی خدا کے حضور پیش کر رہے ہوں گے جسے انہوں نے اپنی توفیق کے مطابق خوب سجا کر اور بنا کر خدا کے حضور پیش کیا ہوگا اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعلیٰ تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یاد رکھیں کہ

بچوں کی تربیت کیلئے آپکو اپنی تربیت ضرور کرنی ہوگی

۴

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
-1	کردار میں عظمت کے بغیر نہ بات میں عظمت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ دعا میں	1
-2	ویلش احمدی نعمان نیومین کے چہرے کی صداقت کا اثر	2-3
-3	ایک نعمان کی نہیں لاکھوں کروڑوں نعمانوں کی ضرورت ہے	5
-4	ہمارا کام دشمن کو شکست دینا نہیں۔ اس کا دل جیتنا ہے	7
-5	احمدی کی شرافت گونگی نہیں بلکہ بولنے والی ہو۔	8
-6	خدا تعالیٰ کی تقدیر لوگوں اور قوموں کے دلوں کے دروازے کھول رہی ہے (خصوصاً چینی اور روسی قوم کے)	8
-7	واقفین بچیوں کو کیا سکھائیں؟	12
-8	ایسے ملکوں میں جہاں چینی اور روسی زبان سکھانے کی سہولتیں موجود ہیں وہاں بچپن سے واقفین نو کو یہ زبانیں سکھائیں۔	13
-9	اگر پنگھوڑوں میں زبان سکھائی جائے تو سب سے اچھا ہے	14
-10	علمی کام میں ہمیں واقفین بیٹیاں بہت کام آسکتی ہیں	15
-11	بچپن میں کردار بنائے جاتے ہیں اگر تاخیر ہو جائے تو بہت محنت کرنی پڑتی ہے	16

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

گزشتہ چند سالوں سے میں جہاں جماعت احمدیہ کو دعوت الی اللہ کی طرف مسلسل توجہ دلا رہا ہوں وہاں ساتھ ہی اس بات پر بھی زور دیتا چلا آرہا ہوں کہ اپنے کردار کو عظیم بنانے کی کوشش کریں کیونکہ قرآن کریم سے بارہا متعدد جگہ یہ واضح ہدایت ملتی ہے کہ جب تک کردار میں عظمت نہ ہو نہ بات میں عظمت پیدا ہو سکتی ہے نہ دعا میں عظمت پیدا ہو سکتی ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ تمہاری دعا آسمان کی طرف رفعت اختیار نہیں کر سکتی آسمان کی طرف بلند نہیں ہو سکتی جب تک تمہارا کردار اسے بلند نہ کر رہا ہو۔ اس میں قبولیت دعا کا بہت گہرا راز ہے اور دوسری جگہ ایک موقع پر فرمایا کہ قول حسن بہت اچھی چیز ہے اسکے بغیر دعوت الی اللہ ممکن نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ساتھ عمل اچھے ہوں تو درحقیقت یہ دونوں مضمون ایک ہی مرکزی فلسفے سے تعلق رکھتے ہیں یعنی دعا میں بھی کہ خدا بھی بات اسی وقت سنتا ہے جب اسکے پیچھے عظمت کردار موجود ہو اور اس کے بغیر دعا میں طاقت پیدا نہیں ہوتی تو بندے کیسے تمہاری بات سن لیں گے۔ جو خدا کی نسبت کم رؤف اور رحیم ہیں کم توجہ کرنے والے ہیں خدا کی نسبت بہت ہی کم یعنی کوئی نسبت ہی نہیں درحقیقت تمہاری غلطیوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔ اللہ تو بعض کمزوروں کی دعا بھی سن لیتا ہے۔ بعض دفعہ

بدکرداروں کی دعا بھی سن لیتا ہے۔ لیکن بندوں میں یہ بات کم دکھائی دیتی ہے خود ان کا کیسا بھی کردار ہو اگر کسی اچھے کام کیطرف بلانے والے میں معمولی سا نقص بھی پائیں تو اکثر وہ اس نقص کو ابھار کر پیش کرتے ہیں اور اسکی ساری اچھی باتوں کو اس وجہ سے رد کردیتے ہیں کہ اس کہنے والے کے اندر یہ خرابی موجود ہے تو قرآن کریم سے جب یہ پتہ چلا کہ دعا کا بھی بنیادی طور پر عظمت کردار سے تعلق ہے اور استثنائی طور پر تو خدا کی رحمت لا محدود ہونے کی وجہ سے اللہ تعالٰی تو جب چاہے جسکی چاہے دعا سن لے یہ اسکی نفی نہیں ہو رہی مگر بندے بالعموم زیادہ سخت دل ہوتے ہیں زیادہ تنقید کرنے والے ہوتے ہیں اور ان پر وہی اچھا قول اثر کرتا ہے جس کے ساتھ عظمت کردار موجود ہو اس لئے مبلغ بننے کیلئے جماعت کو اپنے کردار کو بلند کرنے کی نہایت شدید ضرورت ہے اور جہاں دعوت الی اللہ کے وعدے ملتے ہیں وہاں مجھے یہی فکر شروع ہو جاتی ہے کہ دعوت الی اللہ کرنے والوں نے اپنے اندر کوئی پاک تبدیلی پیدا بھی کی ہے کہ نہیں جہاں کرتے ہیں وہاں پھل لگنے شروع ہو جاتے ہیں جہاں اس ضمن میں کوئی مؤثر اقدام نہیں ہوتا نہ جماعت کی انتظامیہ کی طرف سے نہ انفرادی طور پر وہاں فہرستیں تو بن جاتی ہیں مگر ان کو پھل نہیں لگتا اس معاملے کی اہمیت کا ایک مشاہدہ میں نے اپنے گزشتہ سفر ویلز (Wales) میں کیا۔ ویلز میں چند دن کیلئے گیا تھا وہاں جماعت نے علاقے کے معززین کو سوال و جواب کی ایک مجلس کیلئے بلایا ہوا تھا۔ میرے ساتھ بائیں ہاتھ وہاں کے شہر کے بہت ہی ہردلعزیز دوست اور میئر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے مجھے کہا کہ آپ نے جو گزشتہ دفعہ یہاں تقریب منعقد کروائی تھی جس میں قرآن کریم کے ویلش ترجمے کی نقاب کشائی کی گئی تھی اس میں ایک لمبا سا آدمی جو انگریز تھا اور یارک شائر کی طرف سے آیا تھا وہ کون تھا میں نے ان کو بتایا کہ وہ نعمان نیومین ہیں اور ویلز سے ہی تعلق رکھتے ہیں اور ویلش احمدی ہیں اور

غالباً" اس لحاظ سے تاریخی حیثیت رکھتے ہیں کہ پہلے ویلش احمدی ہیں۔ اس کے بعد ایک لمبے عرصے تک وہ مجھے بار بار یہی کہتا رہا کہ اس شخص کے چہرے پر ایسی صداقت تھی اور اس صداقت کا ایک ایسا گہرا اثر میرے دل پر پڑ رہا تھا کہ اس سے باتیں کرتے کرتے مجھے یہ یقین ہو گیا تھا کہ یہ شخص سچا ہے اور جو بات کہہ رہا ہے اس میں دھوکہ نہیں ہو سکتا۔

اس نے کہا میرے دل پر اتنا گہرا اثر چھوڑا ہے اس شخص نے۔ حالانکہ تھوڑی ہی باتیں ہوئیں لیکن میں نے جب ان کی چال ڈھال دیکھی ان کی باتوں کی طرز دیکھی ان کی آنکھوں کے اندر روشنی پائی تو مجھے وہ سرتاپا سچائی دکھائی دیا انہوں نے بتایا کہ اس وقت سے لیکر اب تک میں ہر مجلس میں یہ کہتا ہوں کہ تم جو بعض مسلمان ممالک کے رویے کے نتیجے میں اسلام کو کنڈیم (Condemn) کرتے ہو۔ یہ درست نہیں ہے۔ اس جگہ میں ان کو کہتا ہوں کہ میں نے ایسے مسلمان دیکھے ہیں جن سے تم سبق سیکھ سکتے ہو۔ جو کردار اور اخلاق میں ایک معیار ہیں اور ایک نمونہ ہیں اس لئے سنجیدگی سے (دین حق) کے اندر اس کی تحقیق کی طرف توجہ کرو اور تمہیں اس میں بہت سی سچی باتیں دکھائی دیں گی۔ پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ جو کتابیں مجھے دی گئی تھیں میں ان کا مطالعہ کر رہا ہوں اور آئندہ بھی میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں دلچسپی لوں گا باوجود اس کے کہ میرا سیاسی کردار مجروح ہو رہا ہے اور لوگ یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ یہ تو مسلمانوں کی طرف مائل ہو گیا ہے اور باوجود اس کے کہ بعض لوگ یہاں ایسے جاہل ہیں کہ جب میں ان کو سمجھاتا ہوں تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ تم Devil کے اثر کے نیچے آگئے ہو لیکن میں ان کو کہتا ہوں کہ تمہاری یہ جہالت اصل میں Devil کا اثر ہے کیونکہ سچائی کی تلاش کا نہ ہونا جہالت ہے اور سچائی کی طرف سے آنکھیں بند کرلینا اور اس امکانی راستے کو ہمیشہ کیلئے بند کر دینا کہ

تمہارے علاوہ بھی سچائی پائی جا سکتی ہے اس نے کہا میرے نزدیک یہ شیطانیت ہے اور وقعتاً یہ بات درست ہے۔

تو یہ جو نیک اثر اتنا اچھا چھوڑا۔ ہمارے ایک مخلص احمدی دوست نے یہ وہاں ختم نہیں ہوا اس شخص تک ختم نہیں ہوا جس پر یہ اثر پڑا تھا بلکہ آگے وہ اس اثر کا مشعل بردار بن گیا ہے اور بااثر ہونے کی وجہ سے خدا کے فضل سے بڑے بڑے اچھے حلقوں میں وہ باتیں پہنچ رہی ہیں اور اللہ تعالے کے فضل سے وہ دوست جواب اس مجلس میں آئے تھے ان کے اندر بھی ایک نمایاں تبدیلی میں نے دیکھی ' دلچسپی پائی اور بھاری اکثریت نے اس بات کا اظہار کیا کہ ہم اس دلچسپی کو مستقل کرنا چاہتے ہیں اور عارضی ملاقات نہیں ہوتی بلکہ ہم انشاء اللہ (انشاء اللہ تو انہوں نے نہیں کہا تھا یہ میں اپنی طرف سے داخل کر رہا ہوں) کہ ہم ضرور جماعت کے لٹریچر کا مطالعہ کریں گے چنانچہ ایک دوست نے جب ہم دوسرے دن روانہ ہوئے ہیں تو رستے میں ایک جگہ تھوڑی دیر کیلئے رکے وہاں انہوں نے اپنے احمدی دوست کو کہا ہوا تھا کہ جب وہ آئیں تو مجھے ضرور ملائیں میں نے ساتھ تصویر بھی کھنچوانی ہے اور باتیں بھی کرنی ہیں چنانچہ انہوں نے بھی اسی قسم کے نیک خیالات کا اظہار کیا تو جماعت کیلئے جو دلچسپی پیدا ہو رہی ہے وہ (دین حق) کیلئے ایک عظیم دروازہ کھل رہا ہے اور یہی وہ رستہ ہے جس سے لوگوں نے دراصل (دین حق) میں داخل ہونا ہے اردگرد دیواریں کھڑی کر دی گئی ہیں بہت سے مسلمان ممالک نے اپنے جاہلانہ رویے کے نتیجے میں اسلام کو بدنام کیا ہے اور جگہ جگہ ان رستوں کو بند کر دیا گیا ہے جن رستوں سے لوگ اسلام میں داخل ہو سکتے تھے اس لئے اب دروازہ اگر کوئی ہے تو جماعت احمدیہ کا دروازہ ہے۔ لیکن اس دوازے کو وسیع کرنا یہ بنیادی مسئلہ ہے اور یہ دروازہ اس طرح تو نہیں ہے جس طرح ہماری مسجد کے سامنے دروازہ ہے یا آپ کے

گھروں کے دروازے ہوتے ہیں یہ ایک تمثیلی دروازہ ہے جو وسعت اختیار کر سکتا ہے اور یہ وسعت احمدیوں نے اپنے عظمت کردار کے ذریعہ پیدا کرنی ہے ورنہ یہ دروازہ تنگ رہے گا اور کھلے گا نہیں **ایک نعمان کی ضرورت نہیں ہے لاکھوں کروڑوں نعمانوں کی ضرورت ہے جو مختلف ملکوں میں پیدا ہوں اور اپنی عظمت کردار کے ذریعہ لوگوں کو (دین حق کی طرف متوجہ کریں**۔ اور ان کے دل کے راستے سے لوگ پھر (دین حق) میں داخل ہونا شروع ہوں ان کی آنکھوں کی راہوں سے (دین حق) کے حسن کا مطالعہ کریں اس نقطۂ نگاہ سے داعیین الی اللہ کی ضرورت کی شدت محسوس ہو رہی ہے۔ مگر اس نوع کے داعیین الی اللہ جنکا میں بیان کر رہا ہوں کہ ان کے ساتھ ان کے کردار میں ایک حسن ایک کشش ہو۔ بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا کردار ٹھیک ہے' ہم نمازیں پڑھتے ہیں ہم جھوٹ نہیں بولتے ہم کسی کا حق نہیں مارتے اور یہی تبلیغ ہے لیکن یہ غلط فہمی میں دور کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم نے عظمت ِکردار کی اہمیت بیان کرنے کے باوجود قول حسن کو پہلے رکھا ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ ،اور گونگی شرافت کا نام نہیں لیا اور انبیاء کی تاریخ جو ہمارے سامنے پیش کی ہے اس میں کہیں بھی گونگی شرافت دکھائی نہیں دیتی۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ شرافت کو دیکھ کر اگر وہ گونگی ہو تو مخالفت ختم ہو جایا کرتی ہے اور لوگ یہ اصرار کرتے ہیں کہ تم شریفانہ زندگی بسر کرو لیکن منہ سے کچھ نہ بولو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے تو دعوت الی اللہ محض عظمت کردار سے نہیں ہوا کرتی اس کے لئے زبان کا حرکت میں آنا بہت ضروری ہے اور اس کے نتیجہ میں شرافت کے باوجود پھر مخالفتیں پیدا ہوا کرتی ہیں لیکن جو شریف دل ہیں ان کو شرافت جیت لیتی ہے جو بدکردار لوگ ہیں یا کجی رکھنے والے لوگ ہیں وہ اپنے دل کے مرض کا شکار ہو جایا کرتے ہیں لیکن بنیادی بات یہی ہے کہ ایسے

داعین الی اللہ کی ضرورت ہے جن کی زبان بھی قول حسن پر قائم رہے اور قول حسن کی تعریف میں پہلے بارہا کر چکا ہوں اس میں دلیل کی بات نہیں ہے صرف اس میں حسن کلام کی بات ہے یعنی ایسے رنگ میں بات کی جائے جس میں دلکشی پائی جائے پس بات کے انداز میں دلکشی ہو اور کردار اعلیٰ اور مضبوط ہو اور کردار لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والا ہو تو دنیا کی کوئی طاقت (دین حق) کا مقابلہ نہیں کر سکتی

دو شرطیں خدا تعالیٰ نے لگا دی ہیں اس کے بعد فرمایا ہے جاؤ میدان میں کامیابیاں تمہارے قدم چومیں گی وہ جو تمہاری جان کے دشمن ہیں' یہاں تک یہ آیت فرماتی ہے آگے جا کے' وہ جاں نثار دوست بن جائیں گے۔ لیکن ایک اور شرط ساتھ یہ لگائی کہ صبر بھی ساتھ رکھنا۔ وہ لوگ جو صبر کے ساتھ ان باتوں پر قائم رہیں گے یعنی قول حسن کے ذریعہ۔ خوبصورت کلام کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتے رہیں گے اور ان کا کردار ان کے کلام کو جھٹلانے والا نہیں بلکہ تقویت دینے والا ہوگا ان کو یہ خوشخبری ہے کہ اگر وہ صبر کے ساتھ استقامت کے ساتھ اس طریق پر کار بند ہوں تو ان کیلئے کامیابیاں ہی کامیابیاں ہیں اور دشمنی کا ذکر ضرور فرمایا کہ اس کے باوجود قول اور اعلیٰ کردار کے باوجود' دشمنی ہوا کرتی ہے فرمایا تم اس پر قائم ہو جاؤ دشمنیاں تبدیل کرنا ہمارا کام ہے اور ہم دشمنوں کے دلوں سے رحمت کے چشمے پھوڑ دیں گے یہاں تک کہ وہ لوگ جو تمہارے خون کے پیاسے ہیں تم پر خون نچھاور کرنے میں اپنا فخر سمجھیں گے کتنا عظیم الشان پیغام ہے اور کتنے مختصر الفاظ میں خدا تعالیٰ نے اس سارے مضمون کو وہ جو ایک سمندر کی طرح ہے ایک کوزے میں بند کر دیا' پس داعین الی اللہ کیلئے بڑا ضروری ہے کہ وہ فوری طور پر اپنے کردار کا محاسبہ کریں اور اپنی طرز کلام کا بھی محاسبہ کریں بہت سے مبلغین میں نے ایسے دیکھے ہیں جو زندگیاں تبلیغ میں صرف کرتے ہیں لیکن ان کی بات

کاٹنے والی ہوتی ہے۔ وہ جب آگے سے کوئی سختی کی بات سنتے ہیں یا تیزی دیکھتے ہیں تو جواب میں بھی وہ تیزی پیدا کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ دشمن کو شکست دینا ہمارا کام ہے حالانکہ دشمن کو شکست دینا ہرگز کام نہیں ہے دشمن کا دل جیتنا کام ہے فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم یہ مقصد بنا دیا خدا تعالیٰ نے تبلیغ کا اور کتنا واضح مقصد ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ پھر تم دشمن کو شکست پہ شکست دیتے چلے جاؤ گے۔ فرمایا کہ پھر یہ ہوگا اور یہ ہونا چاہئے کہ شدید دشمن بھی تمہارا محب اور جاں نثار دوست بن جائے۔ جس کو آپ نے دوست بنانا ہو اس کو تیز کلام کے ذریعے دوست نہیں بنایا جا سکتا گھروں میں بچوں میں میں نے دیکھا ہے جب گفتگو چلتی ہے اگر کوئی ایک بچہ دوسرے کو تیزی سے جواب دے تو دوسرا اور تیزی سے جواب دیتا ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک دوسرے کو جو ہاتھ میں آئے مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو وہ لوگ جو پہلے ہی آپ کی جان کے دشمن ہیں قرآن کریم فرماتا ہے۔ ہیں جان کے دشمن۔ ان کے ساتھ آپ تیز کلامی سے کس طرح مقابلہ کریں گے۔ ان کے اندر جو بد رجحانات ہیں ان کو اور بھی آپ آگ لگا دیں گے ان کے اندر جو مخالفتوں کا تیل ہے اس کو تیلی دکھائیں گے۔ اس لئے قرآن کریم نے بہت ہی حسین اور بہت ہی کامل کلام فرمایا ہے فرمایا یہ سب کچھ کرو لیکن مقصد یہ پیش نظر رکھنا کہ تم نے دشمنوں کے دل جیتنے ہیں اور قول حسن اس تعریف کے تابع ہے قول حسن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم غالب آجاؤ بحث میں کیونکہ بحث میں غالب آنے کے نتیجے میں دل ضروری نہیں کہ جیتے جائیں گے بعض دفعہ مخالفتیں بڑھ جایا کرتے ہیں بعض دفعہ دشمن ہیٹا محسوس کرتا ہے' اپنے آپ کو ذلیل محسوس کرتا ہے اور رد عمل میں اور زیادہ سختی کرتا ہے فرمایا: تمہاری طرز کلام حسین ہونی چاہئے یعنی دل جیتنے والی ہو اور عمل کے متعلق تو پہلے ہی میں

نے بتا دیا ہے وَعَمِلَ صَالِحًا جو اعمال حسین ہوں تو قول کے اندر نہ صرف یہ کہ مزید حسن پیدا ہوتا ہے بلکہ وزن پیدا ہو جاتا ہے اس کے بغیر حسین قول کھوکھلا ہوتا ہے اس میں جذب کی طاقت نہیں ہوتی۔ انفرادی طور پر تو ہمیں ضرورت ہے ہی لیکن اب قومی طور پر نئی صدی کے ساتھ اتنے بڑے بڑے رستے کھل رہے ہیں کہ صرف یہ سوال نہیں کہ ہم اپنے دروازے کھولیں **خدا تعالیٰ کی تقدیر لوگوں اور قوموں کے دلوں کے دروازے کھول رہی ہے**۔ اور بعض ایسی قوموں کی طرف سے جماعت احمدیہ کے ساتھ رابطے ہو رہے ہیں جن میں پہلے کبھی دعوت الی اللہ کیلئے کوئی دروازہ نہیں کھولا گیا تھا اور مطالبے شروع ہو گئے ہیں چین کی طرف سے' بجائے اس کے کہ ہماری کوششیں کار آمد ثابت ہوتیں یا بار آور ثابت ہوتیں مسلسل ایسے لوگوں کی طرف سے رابطے ہو رہے ہیں جن سے ہمارا کوئی رابطہ نہیں تھا لیکن اس کا آغاز بھی۔ ایک اچھے احمدی کے اعلیٰ کردار کے نتیجے میں ہوا ایک چینی افسر' ایک چینی سکالر باہر آئے ہوتے تھے ایک پروفیسر باہر آئے ہوئے تھے اس طرح رابطے ہوتے ہیں۔ **اس نے ایک ایسے احمدی کو دیکھا جس کو اس نے مختلف پایا اور وہ ایسا احمدی تھا جس کی شرافت گونگی نہیں تھی بلکہ بولنے والا تھا**۔ اس کی کردار میں دلچسپی ہوئی اس نے زبانی اس کو بتانا شروع کیا کہ میں کیوں مختلف ہوں ہمارا کیا اخلاقی ضابطہ ہے جس کے نتیجے میں' جس کی پیروی کے نتیجے میں تم میرے اندر ایک فرق دیکھ رہے ہو چنانچہ دین حق کا تعارف' احمدیت کا تعارف' اور اس کے نتیجہ میں ایک خاص مثال جو میرے سامنے ہے اس نے وسیع پیمانے پر چونکہ صاحب اثر آدمی تھا چین سے رابطے شروع کئے شروع میں ان رابطوں کا منفی نتیجہ نکلا اور اس کو بڑی سختی سے ہدایتیں آئیں کہ خبردار اس فرقے کے قریب نہ جانا یہ تو بڑا خطرناک فرقہ ہے اور مرتد لوگ ہیں جو باتیں بھی انہوں نے سنی

ہوتی تھیں وہ دوہرانی شروع کیں میں نے بھی ان سے رابطہ اپنا قائم رکھا ان کو کہا کہ آپ یکطرفہ باتیں سن کر ٹھنڈے نہ ہوں۔ دشمن کیا کرتے ہیں ایسی باتیں خدا تعالیٰ نے ہدایت کے رستے میں شیطان بھی لگائے ہوئے ہیں وہ آوازیں دیتے چلے جاتے ہیں کہ نہیں یہ غلط رستہ ہے ادھر آؤ' ادھر آؤ' کان میں باتیں پھونکتے ہیں پس پردہ یا پیٹھ کے پیچھے باتیں کرتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں کہ دوسروں سے بات کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں تم ہماری بات سنو اور سمجھ لو کہ یہ شیطانی لوگ ہیں ان کے قریب بھی نہیں جانا اس لئے آپ لٹریچر کا مطالعہ ضرور کر لیں۔ ان کو موقع دیں ہمیں بھی موقع دیں۔ چنانچہ بعض چیزیں ان کو بھجوائی گئیں۔ انہوں نے مطالعہ کیا اور ان کے دل کی کایا پلٹ گئی انہوں نے پھر دوبارہ رابطے کئے اور اب مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ ان رابطوں کے نتیجے میں ان لوگوں نے بھی وہاں تحقیق کی اور ان کے بڑے بااثر راہنماؤں سے بعض نے ان کو لکھا ہے کہ ہم نے اب جو تحقیق کی ہے تو پتہ چلا ہے کہ یہی جماعت ہے دراصل جو درحقیقت (دین حق) کی علمبردار ہے اور ہمیں اس تحقیق سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ یہی جماعت ہے جو امن پرست ہے اور تلوار کے ذریعے نہیں بلکہ محبت کے ذریعے اور پیغام کے ذریعے دلوں کو فتح کرنے کا شعار رکھتی ہے یہ ان کا کردار ہے اس لئے ہمیں دلچسپی پیدا ہو رہی ہے اور بعض لوگ وہاں سے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ جس قدر جلد موقع ملے وہ یہاں آئیں کچھ عرصہ یہاں ٹھہریں اور جماعت کے متعلق مزید معلومات حاصل کریں اسی طرح روس میں بھی خدا تعالے کے فضل سے وسیع پیمانے پر رابطوں کے دروازے کھولے جا رہے ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی توفیق عطا فرما دی کہ ان قوموں کیلئے جو لٹریچر کا خلا تھا اسے پورا کرنا شروع کریں اور اس وقت ہم خدا کے فضل سے پہلے اس مقام پر کھڑے ہیں کہ جب مطالبہ آئے ان کو کچھ نہ کچھ ضروری پہنچا دیں خصوصیت کے ساتھ

قرآن کریم ان کی زبان میں۔ کیونکہ اس سے بہتر اور کوئی لٹریچر مہیا ہو ہی نہیں سکتا۔ دنیا بھر کے لٹریچر میں قرآن سے بہتر کوئی کتاب نہیں اس لئے قرآن کریم میں تو ہم خدا کے فضل سے اس معاملے میں خود کفیل ہو چکے ہیں کثرت کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اور سٹاک میں بھی موجود ہے لیکن اس کے علاوہ بھی لٹریچر تیار کیا گیا ہے جو متفرق امور سے متعلق ان سے متعارف کروایا جائے تو اس ضمن میں میں آپ کو بتا رہا ہوں، خوشخبری دے رہا ہوں کہ باہر سے دروازے کھلنے شروع ہو گئے ہیں اور دیواریں ٹوٹ رہی ہیں آپ اپنے دروازوں کو کیوں تنگ رکھیں گے۔ اگر ان کھلتے ہوئے دروازوں کے مقابل پر آپ نے بھی اپنے دروازے کشادہ نہ کئے اور وسیع تر نہ کرتے چلے گئے تو پھر (دین حق) کے نہ پھیلنے کی ذمہ داری آپ پر ہوگی تو پھر آپ خدا کے سامنے ضرور جواب دہ ہوں گے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ دروازے کھلنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے Points Contact زیادہ ہوں یعنی بجائے اس کے کہ ایک مبلغ یا دس یا سو مبلغ یا سو داعیین الی اللہ یا ہزار داعیین الی اللہ (دین حق) کیلئے کھلے رستے بن جائیں اور (دین حق) کیلئے لوگوں کے داخل ہونے کیلئے اپنے دلوں کے راستے پیش کریں۔ لاکھوں کی ضرورت ہے۔ اور ہر جگہ ان رابطوں کو بڑھانے کی ضرورت ہے اس ضمن میں جیسا کہ میں نے پہلے بھی بارہا کہا ہے ہمیں ان قوموں کی طرف ان ملکوں سے باہر توجہ کرنی چاہئے ملکوں کے جو دروازے کھلیں گے اور کھل رہے ہیں اللہ کے فضل سے ان سے تو ہم جماعتی اور انتظامی سطح پر رابطے کریں گے اور جہاں تک توفیق ہوگی ان رابطوں کو مؤثر بنائیں گے لیکن جب میں کہتا ہوں کہ ان قوموں کے دروازے کھل رہے ہیں تو مراد یہ ہے کہ ایسے دروازے بھی ہیں جو ان ملکوں سے باہر ہیں کروڑوں چینی ہیں جو چین سے باہر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور لاکھوں روسی ہوں گے۔ یا مشرقی کمیونسٹ دنیا کے بسنے والے لوگ

لکھو کھہا ایسے ہیں جو اپنے ملکوں سے باہر زندگی بسر کر رہے ہیں اس لئے جو رجحانات وہاں پیدا ہو رہے ہیں اس سے بڑھ کر رجحانات ان ملکوں سے باہر پیدا ہونے کی عقلی امکانات ہیں پہلے تو جب آپ کسی چین سے تعلق رکھنے والے چینی سے بات کرتے تھے تو یہ خوف اس کو دامن گیر ہو جاتا تھا کہ اگر یہ سچائی بھی ہے اور میں اس کو قبول بھی کر لوں تو میرا ملک اسے برداشت نہیں کرے گا۔ ایک روسی سے جب آپ بات کرتے تھے تو وہ خوفزدہ ہو جایا کرتا تھا۔

مجھے یاد ہے کالج کے زمانے میں، پارٹیشن کے معاً بعد جب میں نیو ہاسٹل میں رہتا تھا ایک روسی وفد آیا ہوا تھا۔ ہم کچھ طلباء ملکر احمدیہ لٹریچر تقسیم کرنے کیلئے ان تک پہنچے روسی لٹریچر تو ہمارے پاس نہیں تھا مگر انگریزی اور بعض دوسرے لٹریچر کیونکہ وہ انگریزی جانتے تھے، وہ ان کو دیا تو ہم سب نے محسوس کیا کہ وہ شخص خوفزدہ ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی اس کے نائب کے طور پر تھا۔ ہو سکتا ہے وہ انٹیلی جنس کا آدمی ہو کیونکہ ان دنوں میں خصوصیت سے جب روسی وفد باہر جایا کرتے تھے تو ان کے ساتھ انٹیلی جنس آفیسرز ضروری جایا کرتے تھے۔ اب نسبتاً بہت فرق پڑ چکا ہے وہ اس کی طرف دیکھتا تھا اس کی آنکھوں میں خوف تھا اور اس نے معذرت کی کہ نہیں میں قبول نہیں کر سکتا۔ اس کے مقابل پر بہت سے دوسرے تھے جنہوں نے قبول کر لیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے رشین نے یا قبول کیا ہی نہیں تھا یا سرسری سے دلچسپی ایک آدھ چیز میں لی ہوگی۔ مجھے تو یہی یاد ہے۔ قبول نہیں کیا اب وہ قبول کرتے ہیں، اب مطالبے کرتے ہیں اب جہاں جہاں رشین ایمبیسیز سے ہمارے دوستوں سے رابطے کئے ہیں انہوں نے گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور ایک ایمبیسڈر تو نہیں تھے مگر دورۂ افریقہ کے دوران ایمبیسی کے ایک سینئر آفیسر تھے یا غالباً ڈپٹی ایمبیسڈر تھے ان کو پہلے ہی پہنچ چکا

تھا قرآن کریم انہوں نے مجھ سے بہت ہی تعریف کی کہ یہ تو ایسا اعلیٰ درجہ کا ترجمہ ہے کہ اس سے دل پر گہرا اثر پڑتا ہے اور آپ کو اس کو روس لیکر آنا چاہئے۔ تو روسی ہوں یا چینی ہوں' یا وہ ان ملکوں کے بسنے والے جہاں تک ہماری رسائی نہیں تھی اور ابھی تک پوری طرح نہیں ہے ان کے جگر گوشے جو باہر بس رہے ہیں ان تک تو آپ کی رسائی ہو سکتی ہے بہت سے احمدیوں کو جن کو بھی توفیق ملے' ان علاقوں کے باہر کے احمدیوں کو ان کو اپنا یہ مشن بنانا چاہئے کہ ہمارے ذریعے ان قوموں سے (دین حق) کے رابطوں میں اضافہ ہو جائے اور ہم وہ دروازہ بن جائیں جن سے یہ (دین حق) میں داخل ہوں۔ پس اس طرح (دین حق) کا دروازہ وسیع ہوگا اور جتنے احمدی زیادہ اس میں شامل ہوتے اتنی ہی اس میں وسعت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ اس ضمن میں ایک اور بہت ضروری نصیحت یہ ہے' پہلے بھی کی تھی لیکن دوست عموماً" بھول جاتے ہیں اس لئے بعض نصیحتیں بار بار کرنی پڑتی ہیں وہ مخلصین' وہ سعادتمند احمدی جنہوں نے توفیق پائی کہ اگلی صدی کیلئے اپنے بچے ہدیتاً" (دین حق) کو پیش کریں وہ بار ہا مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم ان کی تربیت کس طرح کریں؟ ان کو سمجھانے کیلئے' ان کو طریقے سکھانے کیلئے' ان کی مزید راہنمائی کیلئے باقاعدہ شعبہ قائم کر دیا گیا ہے اور تحریک جدید کو میں نے سمجھا دیا ہے کہ کس قسم کا لٹریچر تیار ہو' کس قسم کی تربیتی نصائح ہونی چاہئیں ماں باپ کو۔ بچوں کو تو وہ کریں گے۔ ہم نے تو ماں باپ کو ابھی کرنی ہیں اور کیا راہنمائی ہونی چاہئے۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے مطابق کام شروع کر دیں گے جلد ان کو یہ بھی سمجھایا کہ ان بچوں کیلئے اس کے دوسرے قدم کے اوپر لٹریچر تیار کرنا ہے اور مختلف زبانوں میں تیار کرنا ہے تاکہ شروع سے ہی جس رنگ میں ہم تربیت کرنا چاہتے ہیں ان کے گھروں میں وہ تربیت شروع ہو جائے۔ اس ضمن میں میں نے یہ نصیحت کی تھی کہ جن واقفین نو کی پیش کش کرنے والوں

کے ہاں بیٹیاں پیدا ہوئیں ان کو کیا سکھائیں؟ بیٹیوں کیلئے وہ سہولت نہیں جو بیٹوں کے لئے ہو سکتی ہے کہ میدان میں جہاں مرضی ان کو پھینک دو ان کے اپنے کچھ حفاظت کے تقاضے ہیں کچھ ان کے اپنے نوعی تقاضے ہیں جن کے پیش نظر ہم ان سے اسی طرح کام نہیں لے سکتے جس طرح ہر واقف زندگی مرد سے کام لے سکتے ہیں۔ اس لئے ان کو میں نے یہ کہا تھا کہ ایسی بچیوں کو تعلیم کے میدان میں آگے لائیں۔ علمی کام سکھائیں اور علم تو بڑھانا ہی ہے لیکن علم سکھانے کا نظام جو ہے جس کو بی ایڈ یا ایم ایڈ کہا جاتا ہے ایسی ڈگریاں جن میں تعلیم دینے کا سلیقہ سکھایا جاتا ہے ان میں ان کو داخل کریں۔ آئندہ بڑے ہو کر۔ لیکن ابھی ان کی تربیت اس میں رنگ میں شروع کریں پھر ڈاکٹروں کی ضرورت ہے خواتین ڈاکٹروں کو خدا تعالیٰ اگر توفیق دے تو وہ بہت بڑی خدمت کر سکتی ہیں اور بہت گہرا اثر چھوڑ سکتی ہیں اور اس رستے سے پھر وہ (دین حق) کا پیغام دینے میں بھی دوسروں پر فوقیت رکھتی ہیں۔ اس لئے احمدی خواتین کو ڈاکٹر بن کر اپنی زندگیاں پیش کرنی چاہئیں یا ان بچوں کو ڈاکٹر بنایا جائے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے وقف نو میں پیدا ہوئی ہیں۔ اسی طرح میں نے زبانوں کا کہا تھا اور جن زبانوں کی ہمیں ضرورت پڑنے والی ہے اس میں روسی اور چینی دو زبانیں خصوصیت کے ساتھ اہمیت رکھتی ہیں جماعت احمدیہ میں جن زبانوں میں کمی ہے ان میں ایک سپینش ہے مثلاً" اس کی طرف توجہ شروع کر دی گئی ہے خدا کے فضل سے فرانسیسی میں ہمارے بہت سے فرنچ سپیکنگ افریقن ممالک ہیں جہاں کثرت سے اچھی فرانسیسی بولنے والے مہیا ہو سکتے ہیں اور ہو رہے ہیں خدا کے فضل سے لیکن چینی زبان میں اور روسی زبان میں ہم بہت کمی محسوس کرتے ہیں اسی طرح اٹالین میں بھی کمی ہے مگر سب سے بڑی ضرورت اس وقت اور عظیم ضرورت چینی اور روسی زبان جاننے والے احمدیوں کی ہے اس لئے جہاں نوجوان

جن کو یہ سہولت حاصل ہو تعلیمی اداروں میں اس طرف توجہ کر سکیں ان کو بھی میری یہی نصیحت ہے کہ وہ توجہ کریں لیکن یہ جو نئے پیدا ہونے والے بچے ہیں ایسے ملکوں میں جہاں چینی اور روسی زبان سکھانے کی سہولتیں موجود ہیں ان کو بچپن سے ان کو سکھانا چاہئے اور ان کی ایمبیسی سے رابطہ کرکے اگر کچھ کیسٹس وغیرہ مہیا کی جاسکیں' ویڈیوز مہیا کی جاسکیں' بچوں کے چھوٹے چھوٹے رسالے کہانیوں کی کتابیں وغیرہ یہ مہیا کی جائیں تو بہت بچپن سے اگر زبان سکھائی جائے تو وہ اتنے گہرے نقش دماغ پر قائم کر دیتی ہے کہ اس کے بعد بچے اہل زبان کی طرح بول سکتے ہیں۔ اور بڑی عمر میں سیکھی ہوئی زبان خواہ آپ کتنی محنت کریں وہ اہل زبان جیسی زبان نہیں بنتی' طوعی اور فطری طور پر جو ذہن سوچتا ہے وہ بچپن سے اگر سیکھی ہوئی زبان ہے تو وہ سوچ اس کی بے ساختہ ہوتی ہے۔ قدرتی اور طوعی ہوتی ہے لیکن اگر بعد میں زبان سیکھی جائے تو سوچ پہ کچھ نہ کچھ قدغن رہتی ہے کچھ نہ کچھ پابندیاں رہتی ہیں۔ اور پھونک پھونک کر قدم آگے بڑھانا پڑتا ہے بعض لوگ نسبتاً" تیز بھی بڑھاتے ہیں بعض آہستہ مگر جو طبعی فطری روانی ہے وہ پیدا نہیں ہو سکتی اس لئے اہل زبان بنانے کیلئے بہت بچپن سے زبان سکھانی پڑتی ہے۔ اگر پنگھوڑوں میں زبان سکھائی جائے تو یہ بھی بہت اچھا ہے' بلکہ سب سے اچھا ہے۔ ایسی اگر دائی مل جائے نرس مل جائے' اور جو توفیق رکھ سکتے ہیں نرسوں کے رکھنے کی وہ رکھیں۔ جو چینی نرس ہو تو بچوں کو بچپن سے گود میں کھلاتے کھلاتے ہی چینی زبان سکھا سکتی ہے۔ روسی زبان جاننے والی اہل زبان کوئی عورت مل جائے تو بچے اس کے سپرد کئے جاسکتے ہیں۔ یہ تو باتیں حسب توفیق ہونگی مگر جن کو توفیق ہے ان کو چاہئے کہ وہ بہت بچپن سے اپنے بچوں کو چینی اور روسی زبان سکھانے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں میں کوئی پابندی نہیں لگاتا کہ ہمیں سو (۱۰۰) کی ضروت ہے

یا ہزار کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ اتنی بڑی قومیں ہیں اور ان کو اتنی عظمت حاصل ہے اس وقت دنیا میں _ کہ اگر یہ دونوں قومیں مثلاً" دنیاوی لحاظ سے اکٹھی ہو جائیں تو ساری دنیا میں طاقت کا توازن بگڑ جائے یعنی ان کے حق میں ہو جائے اور باقی دنیا کے خلاف ہو جائے اور بہت سی بڑی بڑی سیاسی تبدیلیاں پیدا ہو جائیں۔ ان کا اس وقت الگ الگ ہونا ہی بعض قوموں کیلئے خوش قسمتی ہے اور وہ زبردستی بھی دخل اندازی کر کے اس خوش قسمتی کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بعض دفعہ غلطیاں کرتے ہیں اور الٹے نتیجہ نکلتے ہیں۔ مگر جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمیں ان کے لڑنے یا نہ لڑنے' دشمنی یا دوستی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (دین حق) دونوں کیلئے برابر ہے اور ہم نے جو (دین حق) کا پیغام پہنچانا ہے اس کیلئے ہمیں زبان دانوں کی ضرورت ہے ہر قسم کے زبان دانوں کی ضرورت ہے جو تحریر کی مشق بھی رکھتے ہوں' بولنے کی مشق بھی رکھتے ہوں' ترجموں کی طاقت بھی رکھتے ہوں تصنیف کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں' اس لئے جتنے بھی ہوں کم ہوں گے۔ یعنی ایک ارب کے لگ بھگ یا اس سے زائد اب چین کی آبادی ہے اور روس اور روسی زبان جاننے والوں کی آبادی بھی بہت وسیع ہے۔ مجھے اس وقت پوری طرح یاد تو نہیں لیکن پچاس کروڑ سے زائد ہوں گے جو روسی زبان جاننے والے لوگ ہیں بولنے والے اس لئے اگر سارے واقفین بھی یہ زبان سیکھ لیں تو وہ کوئی زیادہ نہیں ہوگا مردوں کو بھی سکھائیں بچوں کو بھی سکھائیں لیکن بیٹیوں کو خصوصیت سے کیونکہ علمی کام میں ہمیں واقفین بیٹیاں بہت کام آسکتی ہیں۔ انہوں نے میدان میں بھی جانا ہوگا لیکن وہ تصانیف کریں گی وہ گھر بیٹھے ہر قسم کی خدمت کے کام اس طرح کر سکتی ہیں کہ اپنے خاوندوں سے ان کو الگ نہ ہونا پڑے اس لئے ان کو ایسے کام سکھانے کی خصوصیت سے ضرورت ہے۔ بچوں کو تو ہم سنبھال لیں گے ہم ان کو کسی

جامعہ میں داخل کریں گے کسی خاص ملک میں ان کا تعین ہوگا تو اس زبان کا ان کو ماہر بنانے کی کوشش کی جائے گی لیکن بچیوں پر ہمارا ایسا اختیار نہیں ہو سکتا نہ مناسب ہے نہ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے کہ اس طرح بچپن میں ان کو الگ کر کے پوری طرح جماعتی نظام کے تابع کیا جائے اس لئے والدین کا دخل بچیوں پر لازماً جاری رہے گا یا بعد میں ان کے خاوندوں کا اس لئے اگر وہ زبانیں سیکھ لیں تو گھر بیٹھے بڑی آرام سے خدمت کر سکتی ہیں اور جب زبانیں سیکھیں تو جس وقت ان کے اندر صلاحیت پیدا ہو ان کو پھر ان زبانوں میں ٹائپ کرنا بھی سکھایا جائے۔ اور ان زبانوں کا لٹریچر ان کو پڑھایا جائے یہ نہ سمجھیں کہ زبان بولنا چالنا کافی ہوتا ہے یا لکھنے پڑھنے کا سلیقہ آجائے تو یہ کافی ہے لٹریچر جتنا زیادہ پڑھا جائے اتنا ہی زیادہ زبان میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے پھر کثرت کے ساتھ ان کو رشین کلاسیکل ناول پڑھانے پڑیں گے۔ رشین کلاسیکل مضامین، کلاسیکل شعراء، ماڈرن شعرا، اور یہی حال چینی زبان میں بھی ہوگا تاکہ بچپن سے ہی ان کا علمی ذخیرہ اتنا وسیع ہو جائے کہ بڑی سہولت کے ساتھ، ایک فطری رو کے ساتھ از خود علمی کاموں میں آگے بڑھتے چلے جائیں میں امید رکھتا ہوں کہ واقفین زندگی اس پیغام کو اچھی طرح ذہن نشین کریں گے اور آخری بات یہی ہے پھر بھی کہ اس کے ساتھ ان کی عظمت کردار کیلئے ابھی سے کوشش شروع کر دیں بچپن میں کردار بنائے جاتے ہیں دراصل اگر تاخیر ہو جائے تو بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ محاورہ ہے کہ لوہا گرم ہو تو اس کو موڑ لینا چاہئے لیکن یہ جو بچپن کا لوہا ہے یہ خدا تعالیٰ ایک لمبے عرصے تک نرم ہی رکھتا ہے اور اس نرمی کی حالت میں اس پر جو نقوش آپ قائم کر دیتے ہیں وہ دائمی ہو جایا کرتے ہیں اس لئے یہ وقت ہے تربیت کا اور تربیت کے مضمون میں یہ بات یاد رکھیں کہ ماں باپ جتنی چاہیں زبانی تربیت کریں اگر ان

کا کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچے کمزوری کو لے لیں گے اور مضبوط پہلو کو چھوڑ دیں گے یہ دو نسلوں کے رابطے کے وقت ایک ایسا اصول ہے جس کو بھلانے کے نتیجے میں قومیں ہلاک بھی ہو سکتی ہیں اور یاد رکھنے کے نتیجے میں ترقی بھی کر سکتی ہیں۔ ایک نسل اگلی نسل پر جو اثر چھوڑا کرتی ہے اس میں عموماً یہ اصول کارفرما ہوتا ہے کہ بچے ماں باپ کی کمزوریوں کو پکڑنے میں تیزی کرتے ہیں اور ان کی باتوں کی طرف کم توجہ کرتے ہیں اگر باتیں عظیم کردار کی ہوں اور بیچ میں سے کمزوری ہو تو بچہ بیچ کی کمزوری کو پکڑے گا اس لئے یاد رکھیں کہ بچوں کی تربیت کیلئے آپ کو اپنی تربیت ضرور کرنی ہوگی۔ ان بچوں کو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بچو! تم سچ بولا کرو، تم نے مبلغ بننا ہے۔ تم بددیانتی نہ کیا کرو، تم نے مبلغ بننا ہے۔ تم غیبت نہ کیا کرو۔ تم لڑا جھگڑا نہ کرو۔ اور یہ باتیں کرنے کے بعد پھر ماں باپ ایسا لڑیں جھگڑیں، پھر ایسی مغلظات بکیں ایک دوسرے کے خلاف، ایسی بے عزتیاں کریں کہ وہ کہیں کہ بچے کو تو ہم نے نصیحت کر دی اب ہم اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا جو ان کی اپنی زندگی ہے وہی بچے کی زندگی ہے۔ جو فرضی زندگی انہوں نے بنائی ہوئی ہے کہ یہ کرو! بچے کو کوڑی کی بھی اس کی پرواہ نہیں ایسے ماں باپ جو جھوٹ بولتے ہیں وہ لاکھ بچوں کو کہیں کہ جب تم جھوٹ بولتے ہو تو بڑی تکلیف ہوتی ہے تم خدا کیلئے سچ بولا کرو سچائی میں زندگی ہے بچہ کہتا ہے ٹھیک ہے یہ بات لیکن اندر سے وہ سمجھتا ہے کہ ماں باپ جھوٹے ہیں اور وہ ضرور جھوٹ بولتا ہے۔ اس لئے دو نسلوں کے جھوڑ کے وقت یہ اصول کار فرما ہوتا ہے اور اس کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں آپس میں خلا پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن یورپین ممالک میں میں نے سفر کیلئے ہیں ہر ایک یہ شکایت کرتا ہے کہ ہماری نسل اور اگلی نسل کے درمیان ایک خلا پیدا ہوگیا ہے اور میں ان کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ یہ خلا تم نے پیدا کیا ہے تم

نے زبانی طور پر ان کو اعلیٰ اخلاق سکھانے کی کوشش کی۔ تم نے زبانی طور پر ان کو اعلیٰ کردار سمجھانے کی کوشش کی۔ تم نے کہا کہ اس طرح خلط ملط نوجوانوں سے ٹھیک نہیں۔ اس طرح تمہیں یہ حرکتیں کرنا مناسب نہیں ہیں لیکن تمہاری زندگیوں میں اندرونی طور پر انہوں نے یہی باتیں دیکھیں جن کے اوپر کچھ ملمع تھا کچھ دکھاوے کی چادریں پہنچائی گئیں تھیں اور درحقیقت یہ بچے جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ تم خود ان چیزوں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہو اس لئے وہ وہ بنے ہیں جو تمہاری اندرونی تصویر تھی اور تم جو خلا محسوس کر رہے ہو اپنی بیرونی تصویر سے محسوس کر رہے ہو وہ تصویر تم جو دیکھنا چاہتے تھے ان میں جو تمہارے تصور کی دنیا تھی تمہارے عمل کی دنیا بن گئی۔ لیکن تمہارے تصور کی دنیا کی کوئی تعبیر نہیں پیدا ہوئی اس لئے تم بظاہر اس کو خلا سمجھ رہے ہو حالانکہ یہ تسلسل ہے۔ برائیوں کا تسلسل ہے جس کی چوٹیاں بلند تر ہوتی چلی جا رہی ہیں یا اگر گہرائی کی اصطلاحوں میں باتیں کریں تو قعر مذلت کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہیں تو جماعت احمدیہ کو اگلی نسلوں کے کردار کی تعمیر میں اس اصول کو ہمیشہ یاد رکھنا ہوگا ورنہ وہ ہمیشہ دھوکے میں مبتلا رہیں گے اور اگلی نسلوں سے ان کا اختیار جاتا رہے گا وہ ان کی باتیں نہیں مانیں گے خصوصاً" واقفین نو بچوں پر بہت ہی گہری ذمہ داریاں ہیں یہ پانچ ہزار یا زائد بچے جتنے بھی اس دور میں پیش ہوئے ہیں انہوں نے اگلی دنیا سنبھالنی ہے اگلی نسلوں کی تربیت کرنی ہے نئے قوموں کے چیلنجوں کا سامنا کرنا ہے اور (دین حق) کی نمائندگی کرتے ہوئے بڑے بڑے مقابلے کرنے ہیں بڑے بڑے معرکے سر کرنے ہیں آپ اگر اس مضمون کو بھول کر عام غفلت کی حالت میں اپنی سابقہ زندگی بسر کرتے چلے جائیں گے تو آئندہ پیدا ہونے والے واقفین پر آپ کے برا اثرات مرتب ہو جائیں گے۔ اور پھر جماعت جتنا بھی کوشش کرے گی ان کی ایسی اصلاح نہیں کر سکتی _ میں نے دیکھا ہے

جامعہ میں جو بد عادتوں والے بچے آتے ہیں لاکھ زور ماریں استاد ان کی بد عادتیں کچھ نہ کچھ مدھم پڑ جاتی ہیں مٹتی نہیں۔ بدعادت کو مٹانا بہت مشکل کام ہے ہاں اندرونی طور پر بعض لوگوں میں ایک دم تقویٰ کی حالت پیدا ہو جاتی ہے خدا کا خوف پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اس اندرونی طاقت کے ذریعے خدا کے فضل سے اپنی ساری بدیوں کو اتار پھینکتے ہیں لیکن اس کو انقلاب کہا جاتا ہے میں اس وقت ایسے انقلاب کی بات نہیں کر رہا_ میں تربیت کے اصولوں کی بات کر رہا ہوں جہاں تک تربیت کا تعلق ہے آپ نے اگر یہ واقفین اچھی حالت میں، سلجھی ہوئی طبیعتوں کے ساتھ جماعت کے سامنے پیش کئے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس جوہر قابل سے بہت عظیم انقلابات برپا ہوں گے اور جماعت ان سے بڑے بڑے عظیم فوائد حاصل کر سکے گی لیکن اگر معمولی کجیوں والے بھی آئے تو بعض دفعہ وہ کجیاں پھر بڑھنی شروع ہو جاتی ہیں۔ بعض دیواروں میں رخنے پڑتے ہیں وہ سطحی ہوتے ہیں۔ اور انجینئر دیکھتے ہیں کہ کوئی خطرے کی بات نہیں۔ مگر بعض گہرے ہوتے ہیں۔ اور وہ وقت کے ساتھ پھٹنے شروع ہو جاتے ہیں اور پھر چھتیں بھی ان کی وجہ سے گر جاتی ہیں۔ تو بنیادی اخلاقی کمزوریاں ان گہرے رخنوں کے مشابہ ہوا کرتی ہیں ان کو اگر ایک دفعہ آپ نے پیدا ہونے دیا تو آئندہ نسلوں کی چھتیں گرا دیں گے۔ اس لئے خدا کا خوف کرتے ہوئے، استغفار کرتے ہوئے اس مضمون کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کریں اور دل نشین کریں اور اپنے کردار میں ایک پاکیزہ تبدیلی پیدا کریں تاکہ آپ کی یہ پاکیزہ تبدیلی اگلی نسلوں کی اصلاح اور انکی روحانی ترقی کیلئے کھاد کا کام دے اور بنیادوں کا کام دے جس پر عظیم عمارتیں تعمیر ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ابتدائے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیرخوار

۵

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
-1	پاکستان سے انگلستان ہجرت کے فوائد	1
-2	کلیم خاور صاحب کا زندگی وقف کرنا	3
-3	کون دنیا کی طاقت ہے جو خدا تعالیٰ کی محبت ہمارے دل سے نوچ پھینکے؟	6
-4	واقفین نو پر آئندہ بیس سالوں میں بڑی بڑی ذمے داریاں پڑنے والی ہیں	8
-5	واقفین نو پر پوری توجہ اس طرح دیں جس طرح ایک بہت ہی عزیز چیز کو ایک بہت عظیم مقصد کیلئے تیار کیا جا رہا ہو	9
-6	اپنے واقفین کے وجود کو خدا کے سپرد کردیں	10
-7	مجھے صرف ڈر یہ ہے کہ بچوں کو چھوٹا سمجھ کر دیر نہ کردیں	12
-8	زبانیں بچپن سے ہی سکھانی شروع کردیں۔ مغربی دنیا کے بچوں کو یہ بہت زیادہ سہولت حاصل ہے۔ کہ وہ زبانیں سیکھ سکیں	12
-9	تین زبانیں تو کم سے کم ہیں	14
-10	لا یعلم الا ھو کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے (حضور کی ایک رؤیا)	16

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خدا کے فضل اور رحم کیساتھ

ھو الناصر

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ

بتاریخ 89-12-1 بمقام - مسجد فضل - لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

پاکستان سے انگلستان کی طرف عارضی ہجرت کرنے کے بہت سے فوائد ایسے تھے جو رفتہ رفتہ روشن ہوئے:

اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اہمیت واضح ہوتی چلی گئی ان بہت سے فوائد میں سے جو خدا کی تقدیر کے مطابق ہمیں لازماً اس طرح عطا ہونے تھے جیسے بچے کو دوا دی جاتی ہے اور اس کی شفا کے لیے اس کی زندگی کے لیے اس کی بقا کے لئے وہ دوا ضروری ہوا کرتی ہے خواہ کیسی ہی کڑوی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس طرح ہمیں رحمتیں گھوٹ گھوٹ کے پلائیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ بعض خدمت کے ایسے میدان نظر کے سامنے ابھرے جن کی طرف پہلے کوئی توجہ نہیں تھی مثلاً" ایک لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود مشرقی دنیا جو اشتراکی دنیا کہلاتی ہے یعنی مشرق کا وہ حصہ جو اشتراکیت کے قبضے میں ہے اس میں بسنے والے اربوں انسانوں کے لیے ہم نے کوئی تیاری نہ کی تھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً" یہ خوشخبری عطا فرمائی

تھی کہ میں تجھے روس میں اس کثرت سے مسلمان عطا کروں گا کہ آپ نے اس نظارے کو یوں بیان فرمایا جیسے ریت کے ذرے ہوں اور اس کے علاوہ روس کا عصا آپ کے ہاتھوں میں تھمایا گیا جو رؤیا میں یوں معلوم ہوا جیسے اس کے اندر دو نالی بندوق ہوتی ہے یعنی عصا ایسا جو دور مار ہو اور دور اثر ہو۔

جب تک انگلستان آنے کی تقدیر یا انگلستان لائے جانے کی تقدیر ظاہر نہیں ہوئی ان امور پر نظر ان معنوں میں تو تھی کہ یہ خدا کی طرف سے عطا کردہ خوشخبریاں تھیں اور ہر احمدی کا دل مطمئن تھا کہ یقیناً یہ پوری ہوں گی لیکن کیسے ہوں گی اور انہیں پورا کرنے کے لیئے مومن کو جو اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے وہ ہم کیسے ادا کریں گے ان چیزوں پر نظر نہیں تھی نہ ان حالات میں ہو سکتی تھی یہاں آنے کے بعد سب سے پہلے کاموں میں سے ایک یہ کام کرنے کی توفیق ملی کہ اشتراکی مشرقی دنیا میں جتنے ممالک ہیں ان کی زبانوں میں اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے چھوٹے چھوٹے رسالے اور کتابیں تیار ہونا شروع ہوئیں اور قرآن کریم کے بعض مکمل ترجمے ان زبانوں میں کرنے کی توفیق ملی اور بعض زبانوں میں اقتباسات شائع کرنے کی توفیق ملی اسی طرح احادیث نبویہ میں سے منتخب احادیث جو ہم نے سوچا کہ اس زمانے کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اور انسان کی ضرورتوں کے لحاظ سے پیاس بجھانے کے لیے اہمیت رکھتی ہیں ان کا ترجمہ کرنے کی اور ان کی اشاعت کی توفیق ملی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے بہت سے اقتباسات جو قرآن کریم کی آیات اور احادیث کے مضمون سے مطابقت رکھتے تھے اور انہیں کی تفسیر تھے ان کو اس نقطۂ نگاہ سے چننے کی توفیق ملی کہ ایک پڑھنے والا جب قرآن کریم کے مضامین سے گزر کر احادیث کے مضامین سے ہوتا ہوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اقتباسات تک پہنچتا ہے تو اسے پہلی دونوں تحریروں کا زیادہ لطف آنے لگے اور اس کا ذہن زیادہ

عمدگی کیساتھ ان کے مطالب کو پا سکے اور اس کے اندر یہ احساس قوی تر ہوتا چلا جائے کہ قرآن کریم کی تفسیر حضرت رسول اکرم ﷺ کے کلام میں ہے اور آنحضرت ﷺ کے کلام کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے کلام میں ہے تو اس طرح ان کے درمیان ایک تطبیق پیدا کرنے کی بھی کوشش کی گئی کسی حد تک اس کی توفیق ملی اور پھر ان کے تراجم کیے گئے اور کتابیں اشاعت کے لیئے تیار ہوئیں یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن کچھ علم نہیں تھا کہ ان کتابوں کو اس لٹریچر کو ان ملکوں تک پہنچانے کے سامان کیسے میسر آئیں گے صرف یہی نہیں اور بھی بہت سے مضامین پر رسالے شائع کیے گئے تراجم تیار کیے گئے اور ان کی طباعت کروائی گئی آپ شاید ہی اندازہ کر سکیں کہ یہ کام کتنا مشکل تھا اور کتنا ذمے داری کا کام تھا کیونکہ صحیح آدمی کی تلاش کرنا اور اس سے رابطہ کرنا اور اس کو تیار کرنا کہ ان کتب کا ترجمہ کرے یا ان رسائل کا ترجمہ کرے اور پھر یہ نگاہ رکھنا کہ وہ ترجمہ درست اور اصل کے مطابق ہے جب کہ ہم خود ان زبانوں سے نابلد ہیں اس کے لئے متبادل ماہرین کی تلاش کرنا ایسے جنمیں سے بہتوں کی عربی پر بھی نظر ہو اور اسلام کی اصطلاحات سے بھی واقف ہوں یہ ایک بہت ہی وسیع کام تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آغاز ہی سے اس کو آسان فرمانا شروع کر دیا۔

ہمارے ایک نوجوان اسلام آباد میں روسی زبان سیکھ رہے تھے ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی کہ وہ اپنی زندگی اسلام کے لیے وقف کردیں:

چنانچہ انہوں نے وقف کیا اور میں نے اسے قبول کر لیا پھر وہ یہاں انگلستان تشریف لے آئے اور مسلسل اس کے بعد سے ان کے ذریعہ سے ہمارے رابطے وسیع ہونے شروع ہوئے پہلا کام روسی زبان میں قرآن کے ترجمے کا کام تھا اور اس کو ہم سب سے زیادہ

اہمیت دے رہے تھے انکا نام خاور صاحب ہے خاور صاحب کہلاتے ہیں اگرچہ روسی زبان تو یہ کچھ سیکھ چکے تھے لیکن اتنا عبور کہ قرآن کریم کا ترجمہ کر سکیں اور ذمے داری سے کر سکیں یہ تو بہت بڑی بات تھی لیکن ابتدائی کاموں میں ممد اور مددگار بہت ثابت ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے اسکا ایک اور سامان پیدا فرما دیا اور یہ چند مثالیں جو آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ کس طرح خدا کی تقدیر کام کرتی ہے بندوں کے ہاتھ حرکت تو کرتے ہیں مگر خدا کے ہاتھوں میں بندوں کے قدم آگے تو اٹھتے ہیں لیکن خدا کی طاقت سے آگے اٹھتے ہیں اور تمام وہ امور جو دین کیلئے سرانجام دینے کی توفیق ملتی ہے ان پر جب آپ آفاقی نظر ڈالتے ہیں تو آپ کو جا بجا خدا تعالیٰ کی تقدیر کار فرما دکھائی دیتی ہے نظر آنے لگتی ہے کہ کس طرح کس موقع پر خدا کی تقدیر نے کیا سامان پیدا فرمایا چنانچہ انگلستان میں روسی زبان کا ایسا ماہر ملنا جو عربی کا بھی ماہر ہو یا دینی اصطلاحات کو سمجھتا ہو یہ بہت مشکل کام تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ ہندوستان سے ایک ایسا ماہر احمدی عالم مل گیا جس نے روس میں روسی زبان میں پی ایچ ڈی کیا تھا

ان کے والد صاحب اتفاق سے کراچی ان دنوں تشریف میں لائے جن دنوں میں میں بھی وہاں گیا ہوا تھا اور ان سے چند مجالس ہوئیں وہ ویسے تو بڑے مخلص فدائی آدمی تھے لیکن اس کے بعد ان کے دل میں غیر معمولی طور پر یہ جذبہ پیدا ہوا کہ میرا یہ بیٹا جو روسی زبان سیکھ کے آیا ہے یہ بھی دین کی خدمت میں آئے چنانچہ انہوں نے مجھے خط لکھنے شروع کیے کہ یہ تو دین سے بالکل بے بہرہ ہو چکا ہے اور خالی ہو کے واپس لوٹا ہے اور میری بڑی تمنا ہے کہ کسی طرح یہ خدمت دین میں کام آئے چنانچہ ان کے لیے دعا کی بھی توفیق ملی ان سے رابطہ بھی ہوا اور وہ پروفیسر صاحب خود انگلستان تشریف لائے اپنا وقت وقف کیا اور ان کی کایا پلٹ گئی وہ جن کو ان کے والد کہتے تھے کہ مجھے ان کا دل خالی دکھائی دیتا ہے وہ

نور ایمان سے بھر گیا اخلاص سے بھر گیا بہت ہی انہوں نے وقت قربان کیا لسبا عرصہ یہاں بھی ٹھہرے اور واپس جا کے بھی مسلسل قرآن کریم کے روسی ترجمے پر محنت کی اور اس کے بعد پھر ہمیں بعض پروفیسروں کو دکھانے کی توفیق ملی تاکہ وہ اسے اور چمکائیں اور زبان کے لحاظ سے کوئی سقم رہ گئے ہوں تو وہ ان کو دور کریں۔

اس رنگ میں خدا تعالیٰ نے ہمیں مختلف تراجم کی بھی توفیق عطا فرمائی اور جیسا کہ میں نے مثال دی ہے خود بخود سامان مہیا فرماتا رہا ہے خاور صاحب کلیم خاور نام ہے ان کا یہ کسی اور کام کے سلسلے میں کسی پروفیسر سے ملنے جاتے ہیں وہاں ان کا ایک دوست پروفیسر مشرقی یورپ کا کسی زبان کا ماہر آجاتا ہے تعارف ہوتا ہے تو اچانک یہ ان کو کہتے ہیں کہ بھئی ہمیں تو آپ کی تلاش تھی اور اس طرح ایک انسان کی تلاش کی دوسرا انسان مدد کرتا چلا جاتا ہے اور یہ رابطے اس طرح پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں گویا مقدر تھے معین طور پر ان کا منصوبہ بنایا گیا تھا اور ان سارے امور پر جب آپ نگاہ ڈالیں تو کوئی احمق سے احمق آدمی بھی یہ نہیں کہہ سکتا اگر اس کے دل میں سچائی کا شائبہ ہو کہ یہ سارے بے شمار اتفاقات ہیں یہ تقدیر مہرے چل رہی تھی اور اس تھوڑے سے عرصے میں حیرت انگیز طور پر کثرت کیساتھ مشرقی یورپ کی زبانوں میں اسلام کا لٹریچر تیار کرنے کی توفیق ملی روسی زبان میں لٹریچر تیار کرنے کی توفیق ملی چینی زبان میں لٹریچر تیار کرنے کی توفیق ملی اور ہم انتظار میں بیٹھے رہے کہ اب دیکھیں خدا آئندہ کیا سامان کرتا ہے؟ بہت بڑی بڑی دیواریں رستے میں حائل تھیں لیکن اب دیکھیں کہ آپ کے دیکھتے دیکھتے وہ دیواریں ٹوٹنی شروع ہو گئیں جب دیوار برلن گر رہی تھی اور ٹیلی ویژن پر لوگ دیکھ رہے تھے اور عجیب عجیب رنگ میں اپنی خوشیوں کے اظہار کر رہے تھے اور جوش کا اظہار کر رہے تھے تو میرا دل اللہ کی حمد کے ترانے گا رہا تھا وہ سمجھتے تھے کہ ان کی خاطر دیوار برلن گرائی جا رہی ہے

میں جاننا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی خاطر دیوار برلن گرائی جا رہی ہے اور اب اسلام کے ان ملکوں میں پھیلنے کے دن آرہے ہیں اور وہ تیاریاں جو خدا کی تقدیر نے ہم سے کروائی تھیں وہ رائیگاں نہیں جائیں گی ان کو خدا تعالیٰ نے اس رنگ میں مکمل فرمایا اور ایسے وقت میں مکمل فرمایا جبکہ دوسری طرح سے روکیں توڑنے کے سامان بھی تیار تھے اور جونہی ہم یہاں خدمت کے لیے تیار ہوئے خدا تعالیٰ نے وہ حائل روکیں ساری دور کرنی شروع کر دیں یہ وہ زندہ خدا ہے جو احمدیت کا خدا ہے جس نے ہمیشہ احمدیت کی پشت پناہی فرمائی ہے اور ہر قدم پر ہماری مدد فرمائی ہے۔

کون دنیا کی طاقت ہے جو اس خدا کی محبت ہمارے دل سے نوچ کر پھینک سکتی ہے:

کون ہے جو ہمارے دل میں شکوک پیدا کر سکتا ہے ہم اس خدا کی تقدیر کو روز مرہ ہمیشہ ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں کبھی کبھی مختلف بکھری ہوئی صورتوں میں ظاہر دیکھتے ہیں اور کبھی کبھی ان صورتوں کا اجتماع ہوتا دیکھتے ہیں اور ایک نہایت ہی خوبصورت منظم شکل نظر آتی ہے ان تدبیروں کی۔ اور اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ ہم جب سوئے ہوئے ہوتے ہیں جب ہم بعض باتوں سے غافل ہوتے ہیں تو ہمارا خدا واقعی جاگتا ہے اور واقعی ان کاموں کو ہمارے لیے کرتا ہے جن کاموں سے ہم غافل ہوتے ہیں جن کاموں کے کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہوتی۔

پس ایک طرف خدا کی تقدیر نے وہ کام ہمارے لئے آسان کر دیئے جو کام بہت مشکل تھے اور اب بھی جب ماہرین ان باتوں کو دیکھتے ہیں تو یقین نہیں کرتے کہ اتنے تھوڑے عرصے میں اتنے حیرت انگیز کام کیسے سرانجام دینے کی توفیق ملی لیکن ان کو نہیں پتہ کہ دراصل یہ اللہ کی قدرت کا ہاتھ ہے اس کی محبت اور رافت اور شفقت کا ہاتھ ہے

جو ہر مشکل کو آسان کرتا چلا جاتا ہے اور اب جو نئے سامان پیدا ہوئے ہیں ان کے نتیجے میں میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کے غلبے کا یہ دوسرا دور بڑی تیزی کے ساتھ اثر پذیر ہو جائیگا دوسرے دور سے مراد "آخرین" کا دور ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا دور ہے اور تیزی کیساتھ اثر پذیر ہونے سے مراد میری یہ ہے کہ اب اس رفتار میں مزید تیزی پیدا ہو گی اور وہ علاقے جو اب تک خالی تھے اور وہ دنیا کی ایک بہت بڑی تعداد ہے ان علاقوں کی تعداد باقی دنیا کے علاقوں سے اگر زیادہ نہیں تو بہت کم بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ انہی علاقوں میں سارے چین کی آبادی شامل ہے سارے روس کی آبادی شامل ہے سارا مشرقی یورپ ہے پھر اور ایسی مشرقی طاقتیں ہیں یا مشرقی ممالک ہیں جو اشتراکیت کے دام میں آئے ہوئے ہیں تو بہت بڑی وسیع آبادی ہے نصف دنیا کے قریب ایسی انسانوں کی آبادیاں ہیں جن تک پہلے اسلام کا پیغام پہنچنے کا کوئی سامان نہیں تھے تو اس لئے جہاں ان باتوں کو دیکھ کر دل شکر اور حمد سے بھر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کام خدا ہی کے ہیں خدا ہی نے کرنے ہیں وہاں ذمہ داریوں کا احساس بھی بڑھتا ہے اور انسان کی یہ تقدیر سامنے آجاتی ہے کہ ایک بوجھ اترتا ہے تو دوسرا سرپر آجاتا ہے ایک مشکل آسان ہوتی ہے تو دوسری مشکل سر پر آن پڑتی ہے اب فکر اس بات کی ہے کہ ان نئے کھلتے ہوئے راستوں میں داخل کرنے کے لیے وہ کون سی فوج ہے ہمارے پاس جس سے ہم کام لیں گے اور وہ کون سے ایسے واقفین ہیں جو ان نئی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں سردست تو ہمارے پاس ان زبانوں کے ایسے ماہرین نہیں ہیں جو وہاں پہنچکر خدمتیں سرانجام دے سکیں اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس پہلے دور میں تو ہمیں اشاعت لٹریچر کے ذریعے وہاں دلوں کو آمادہ کرنا ہوگا اور جیسا کہ میں نے اس سے پہلے بارہا توجہ دلائی ہے باہر کی دنیا کے وہ لوگ جن میں ان ملکوں کے

باشندے نقل مکانی کر کے بس چکے ہیں ان کا بہت بڑا کام ہے کہ ان سے روابط پیدا کریں ان سے تعلقات بڑھائیں اور انہیں میں سے وہ مجاہدین تلاش کریں جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کیساتھ اپنے اپنے ممالک میں خدمت دین کے جذبے سے بھر جائیں اور اپنی زندگیاں پیش کریں پھر ان کو تھوڑی بہت تعلیم دیکر جس حد تک بھی ان کی ابتدائی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے ضروری ہے ہم ان کو اپنے اپنے وطنوں میں واپس بھجوا سکتے ہیں لیکن اس کے علاوہ جو

واقفین نو کی فوج ہے اس پر آئندہ بیس سال تک بہت بڑی بڑی ذمے داریاں پڑنے والی ہے

اور اس پہلو سے میں جماعت کے اس حصے کو نصیحت کرتا ہوں جس کو خدا تعالیٰ نے وقف نو میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ تحریک جدید کی ہدایات کے مطابق اپنے بچوں کی تیاری میں پہلے سے زیادہ بڑھ کر سنجیدہ ہو جائیں اور بہت کوشش کر کے ان واقفین کو خدا تعالیٰ کی راہ میں عظیم الشان کام کرنے کے لیے تیار کرنا شروع کریں بچے تیار کرنا خدا کی خاطر، اس سے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے جتنا عید پر قربانی کے لیے لوگ جانور تیار کرتے ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے ملک میں تو یہ رواج ہے کہ بعض لوگ دوسری نیکیاں کچھ کریں یا نہ کریں نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں لیکن عید کی قربانی کے لیے مینڈھا بڑے پیار سے پالتے ہیں اور بہت بہت اس پر خرچ کرتے ہیں بعض دفعہ ایسے مزدور بھی ہیں جو اپنے بچوں کا پیٹ پوری طرح پال نہیں سکتے لیکن اپنے مینڈھے کو چنے ضرور کھلائیں گے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لیے پیش کرنا ہے اور پھر اسے سجاتے ہیں اور اسپر کئی قسم کے زیور ڈالتے ہیں پھول چڑھاتے ہیں اس کو مختلف رنگ میں رنگ دیتے ہیں اور جب وہ قربانی کے لیے لیکر جاتے ہیں تو بہت ہی سجا کر

جس طرح دلہن جا رہی ہو اس طرح وہ سجا کر لیجاتے ہیں۔

یہ بچے قربانی کے مینڈھے سے بہت زیادہ عظمت رکھتے ہیں اور ان کے ماں باپ کو اس سے بہت زیادہ محبت سے ان کو خدا کے حضور پیش کرنا چاہئے جتنی محبت سے خدا کی راہ میں بکرا ذبح کرنے والا اس کی تیاری کرتا ہے یا مینڈھے کی تیاری کرتا ہے ان کا زیور کیا ہے وہ تقویٰ ہے تقویٰ ہی سے یہ سجائے جائیں گے اس لیے سب سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ ان

واقفین نو کو بچپن ہی سے متقی بنائیں اور ان کے ماحول کو پاک اور صاف رکھیں ان کے سامنے ایسی حرکتیں نہ کریں جن کے نتیجے میں ان کے دل دین سے ہٹ کر دنیا کی طرف مائل ہونے لگ جائیں پوری توجہ ان پر اس طرح دیں جس طرح ایک بہت ہی عزیز چیز کو ایک بہت عظیم مقصد کے لئے تیار کیا جا رہا ہو

اور اس طرح ان کے دل میں تقویٰ بھر دیں کہ پھر یہ آپ کے ہاتھ میں کھیلنے کی بجائے براہ راست خدا کے ہاتھ میں کھیلنے لگیں اور جس طرح ایک چیز دوسرے کے سپرد کر دی جاتی ہے تقویٰ ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعے آپ یہ بچے شروع ہی سے خدا کے سپرد کر سکتے ہیں اور درمیان کے سارے واسطے اور سارے مراحل ہٹ جائیں گے رسمی طور پر تحریک جدید سے بھی واسطہ رہے گا اور نظام جماعت سے بھی واسطہ رہے گا مگر فی الحقیقت بچپن ہی سے جو بچے آپ خدا کی گود میں لا ڈالیں خدا خود ان کو سنبھالتا ہے اور خود ہی ان کا انتظام فرماتا ہے خود ہی ان کی نگہداشت کرتا ہے جس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی خدا نے نگہداشت فرمائی آپ لکھتے ہیں۔

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثل طفل شیر خوار

آپ نے یقیناً بڑی وسیع نظر سے اور گہری نظر سے اپنے ماضی کا مطالعہ کیا ہوگا تب جا کر اس شعر کا مضمون آپ کے دل سے ہویدا ہوا ہے ظاہر ہوا ہے آپ نے غور کیا ہوگا بچپن میں دودھ پیتے کے زمانے تک بھی جہاں تک یادداشت جاتی ہو کہ ابتداء ہی سے خدا کا پیار دل میں تھا خدا کا تعلق دل میں تھا ہر بات میں خدا حفاظت فرما رہا تھا ہر قدم پر اللہ تعالیٰ راہنمائی فرما رہا تھا اور جس طرح ایک طفل شیر خوار ماں کی گود میں ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام عرض کرتے ہیں کہ اے خدا میں تو ہمیشہ تیری گود میں رہا پس ان بچوں کو خدا کی گود میں دے دیں۔ کیونکہ ذمے داریاں بہت بڑھی ہیں اور کام بہت زیادہ ہیں ہماری تعداد کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی ان قوموں کی تعداد کے مقابل پر جن کو ہم نے اسلام کے لئے فتح کرنا ہے ہماری عقلیں ہمارے علوم ہماری دنیاوی طاقتیں ان قوموں کی عقلوں اور علوم اور دنیاوی طاقتوں کے مقابل پر کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتیں جن کو ہم نے خدا کے لئے فتح کرنا ہے

پس ایک ہی راہ ہے اور صرف ایک راہ ہے کہ ہم اپنے وجود کو اور اپنے واقفین کے وجود کو خدا کے سپرد کر دیں اور خدا کے ہاتھوں میں کھیلنے لگیں

امر واقعہ یہ ہے کہ کوئی چیز خواہ کیسی بھی کمزور کیوں نہ ہو اگر وہ طاقتور کے ہاتھ میں ہو تو حیرت انگیز کام دکھاتی ہے کوئی چیز کیسی ہی بے عقل کیوں نہ ہو اگر صاحب فہم و عقل کے ہاتھ میں ہو تو اس سے عظیم الشان کام لیئے جا سکتے ہیں ہم تو محض مہرے ہیں اور اس حیثیت کو ہمیشہ سمجھنا اور ہمیشہ پیش نظر رکھنا احمدی کے لیے ضروری ہے آپ نے

دیکھا نہیں شطرنج کھیلنے والے ان مہروں سے کھیلتے ہیں جن میں اتنی بھی طاقت نہیں ہوتی کہ ایک گھر سے اٹھکر دوسرے گھر تک جا سکیں عقل کا کیا سوال شعور کا ادنیٰ احساس بھی موجود نہیں ہوتا کہ وہ یہ معلوم کریں کہ کس گھر میں جانا ہماری بقاء کے لیے ضروری ہے اور کس گھر میں جانا شکست کا اعلان ہوگا بے جان بے طاقت مہرے جو ہل بھی نہیں سکتے سوچ بھی نہیں سکتے اور ایک صاحب فہم اچھا شاطر شطرنج کا ماہر ان کو اس طرح چلاتا ہے کہ بڑے سے بڑے عقل والوں کو بھی شکست دے دیتا ہے اور شکست اور فتح کا فیصلہ ان بے جان مہروں کی بساط پر ہو رہا ہوتا ہے جو نہ طاقت رکھتے ہیں نہ عقل رکھتے ہیں پس خدا کے عظیم کام بھی اسی طرح چلتے ہیں ہم ان بے جان مہروں کی طرح ہیں ہمارے سامنے بھی کچھ مہرے ہیں لیکن ان مہروں کی طاقت شیطان کے ہاتھ میں ہے بے خداؤں کے ہاتھ میں ہے اور کچھ مہرے ایسے بھی ہیں جو خود خدا سمجھ رہے ہیں اپنے آپ کو' اور خود چلتے ہیں اور خود سوچنے کی بھی طاقت رکھتے ہیں اس کے مقابل پر ہم وہ بے جان مہرے ہیں جن میں نہ کوئی طاقت ہے نہ کوئی دماغ ہے مگر ہم اپنے خدا کے ہاتھ میں ہیں یہ احساس انکساری جو سچا ہے جس میں کوئی ایسی بات نہیں جو انکساری کی خاطر گرا کر پیش کی گئی ہو امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا کے مقابل پر ہماری حیثیت اس سے زیادہ نہیں ہے ہاں خدا اگر چاہے اور وہ ہم سے کام لینا شروع کرے اور ہم اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیں تو یہ شطرنج کی بازی یقیناً اسلام کے حق میں جیتی جائیگی کوئی دنیا کی طاقت اس بازی کو الٹا نہیں سکتی اسلام کے خلاف اس پہلو سے ان بچوں کی تیاری کی ضرورت ہے ان کو خدا کے سپرد کریں اور جہاں تک تحریک جدید کا ان پر نظر رکھنے کا تعلق ہے جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا ان کو میں نے ہدایات دی ہیں وہ تیاری بھی کر رہے ہیں

مجھے صرف ڈر یہ ہے کہ اس تیاری میں دیر نہ کر دیں یہ سمجھتے ہوئے کہ ابھی تو چھوٹے بچے ہیں ابھی انہوں نے بڑے ہونا ہے

حالانکہ بچپن ہی سے بچوں کو سنبھالیں گے تو وہ سنبھالے جائیں گے جب غلط روش پر بڑے ہو گئے تو اس غلط روش کو بعد میں درست کرنا بہت ہی محنت کا اور جان جوکھوں کا کام بن جاتا ہے یہ وقت ہے کہ جب یہ نرم نرم کونپلیں ہیں اس وقت ان کو جس ڈھب پر چاہیں یہ چل سکتے ہیں اس وقت ان کی طرف توجہ کریں اور اس وقت ان کو سنبھالیں اور ساری دنیا میں ہر واقف نو کی زندگی پر جماعت کے نظام کی نظر رہنی چاہئی اور ان کے والدین سے رابطے ہونے چاہیں اور ان کو پتہ ہونا چاہئے کہ ہم ایک زندہ نظام کے ساتھ میں ہیں جس کے ذریعے خدا کی تقدیر کار فرما ہے یہ احساس بہت ضروری ہے یہ احساس تبھی پیدا ہوگا جب تحریک جدید کا مرکزی نظام ان لوگوں سے فعال اور زندہ رابطے رکھے گا اور خبریں لے گا کہ بتاؤ! اس بچے کا کیا حال ہے جو تم نے خدا کے سپرد کیا ہے کتنی بڑی ذمے داری ہے کہ تمہارے گھر میں خدا کا ایک مہمان ہے ویسے تو ہم خدا کے ہیں لیکن ایسا مہمان ہے جس کو تم خدا کیلئے تیار کر رہے ہو کیا سوچ رہے ہو کس طرح ان کی پرورش کر رہے ہو ہمیں بتایا کرو ہمیں اس کے حالات سے باخبر رکھو اس کی صحت سے باخبر رکھو اس کے چال ڈھال اس کے انداز سے باخبر رکھو اور باقاعدہ ان کو ہدایتیں دیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ تم اس بچے سے یہ کام لو اور اس بچے سے یہ کام لو.

اس ضمن میں میں سمجھتا ہوں کہ

وہ بچے خصوصیت سے جو مغربی دنیا میں وقف ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل کیساتھ دوسری دنیا کے بچوں کے مقابل پر یہ بہت زیادہ سہولت حاصل ہے کہ وہ مختلف زبانیں سیکھ سکیں

زبانیں سیکھنا بہت مشکل کام ہے اور بچپن ہی سے شروع ہونا چاہئے اور زبانیں سکھانا بھی بہت ہی مشکل کام ہے اور بڑے بڑے ماہرین کی ضرورت ہے جنہوں نے زندگیاں اس کام کے لئے وقف کر رکھی ہوں اور بڑی بڑی وسیع تحقیقات میں وہی نہیں بلکہ ان کے بہت سے ساتھی بھی ایک لمبا عرصہ تک مصروف رہے ہوں ایسی سہولتیں مغرب کے ترقی یافتہ ممالک میں میسر ہیں اس پہلو سے تحریک جدید کو چاہئے کہ مشرقی یورپ اور اشتراکی دنیا کے ان ممالک کے لیے جہاں عموماً" مغربی زبانیں بولی جاتی ہیں اور پھر چین کے لیے اور دوسرے کوریا ، شمالی کوریا اور ویتنام وغیرہ کے لیے جہاں مشرقی زبانیں بولی جاتی ہیں معین طور پر بچوں کو ابھی سے نشان لگا دیں جس کو انگریزی میں Ear Mark کرنا کہتے ہیں اور اگر فی الحال ان کی نظر میں دس کی ضرورت ہے تو بیس یا تیس تیار کریں اب یہ تو اعداد و شمار دیکھ کر فیصلہ ہوگا کہ کس ملک کے لئے کتنے بچے تیار کیئے جاسکتے ہیں لیکن ابھی سے یہ کام کرنے کی ضرورت ہے مثلاً" اگر پولینڈ کے لئے ہم نے کچھ بچے تیار کرنے ہیں تو ایسے ممالک سے جہاں پولش زبان سیکھنے کی سہولت ہے واقفین بچے لینے چاہئیں جرمنی میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت کافی تعداد میں موجود ہے اور جرمنی کی جماعت چونکہ اللہ کے فضل سے قربانی میں بھی بہت پیش پیش ہے وہاں ایک بڑی تعداد ایسے جوڑوں کی ہے جنہوں نے اپنے بچے وقف کئے ہیں اور ابھی بھی کر رہے ہیں تو ایسے بچوں سے جو کسی خاص زبان سیکھنے کی سہولت رکھتے ہوں وہی کام لینے چاہئیں جو ان کے مناسب حال ہیں اس پہلو سے اور بھی بہت سی ایسی زبانیں ہیں جن کا جرمنی سے تعلق ہے اور جرمن قوم ان سے پرانے تاریخی روابط رکھتی ہے پھر انگلستان میں بھی بہت سی زبانوں کے سیکھنے کا انتظام ہے یہاں بھی کچھ بچے خاص زبانوں کے لئے تیار کئے جاسکتے

ہیں شمالی یورپ میں سکنڈے نیویا میں بھی بعض خاص زبانوں کے سیکھنے کا انتظام باقی جگہوں سے زیادہ ہے وہاں خصوصیت سے بعض گروہ بعض خاص ملکوں کے لیئے تیار کیئے جا سکتے ہیں غرضیکہ یہ ایک ایسا کام ہے جس کو عمومی نظر سے دیکھ کر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تفصیلی نظر سے سب بچوں پر نظر ڈالتے ہوئے لڑکوں پر اور لڑکیوں پر یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم نے فلاں ملک کے لئے دس یا بیس یا تیس واقفین زندگی تیار کرنے ہیں ان میں سے اتنی لڑکیاں ہوں گی جو علمی کاموں میں گھر بیٹھے خدمت دین کر سکتی ہوں ان کو اس خاص طرز سے تیار کرنا ہوگا اتنے لڑکے ہوں گے جن کو ہم نے ان میدانوں میں جھونکنا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کیساتھ پھر ان کو صرف وہی زبان نہیں چاہیئے جس زبان کے لیئے ان کو تیار کیا جا رہا ہے بلکہ اردو زبان کی بھی شدید ضرورت ہوگی تاکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا لٹریچر خود اردو میں پڑھ سکیں عربی زبان کی بنیادی حیثیت ہے کیونکہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ عربی میں ہیں عربی زبان بھی سکھانے کی ضرورت پڑے گی۔

پس تین زبانیں تو کم سے کم ہیں

یعنی اس کے علاوہ کوئی زبان سیکھے تو چاہے جتنی چاہے سیکھے لیکن تین زبانوں سے کم کا تو کوئی سوال ہی نہیں اس لیے یہ بھی بتانا ہوگا کہ جہاں تم پولش سیکھ رہے ہو یا ہنگرین سیکھ رہے ہو چیکو سلواکین سیکھ رہے ہو یا پولش سیکھ رہے ہو یا رومانین سیکھ رہے ہو یا البینین اس پر سیکھ رہے ہو ساتھ ساتھ لازماً تمہیں اردو اور عربی بھی سیکھنی ہوگی اور اس کے بھی جہاں تک میرا علم ہے ان ممالک میں انتظامات موجود ہیں اگر نہیں ہیں تو تحریک جدید کو تو میں آغاز ہی سے یہ نصیحت کر رہا ہوں کہ اردو اور عربی سکھانے کے لیئے ویڈیو کیسٹس تیار کریں اور آسان طریق پر ایسی ویڈیو تیار کریں جن کا جماعت کے لٹریچر

سے تعلق ہو اور اسلامی اصطلاحیں اس میں استعمال ہوتی ہوں کیونکہ اگر ہم بازار سے بنی بنائی زبانیں سیکھنے کی ویڈیوز لیں یا آڈیو کیسٹس لیں تو جو زبان اسمیں سکھائی جاتی ہے وہ اکثر ہمارے کام کی نہیں ہے اس میں وہ تو یہ بتائیں گے کہ Pork کس طرح مانگا جائیگا اور شراب کس طرح مانگی جائیگی اور ہوٹل میں کس طرح جا کر ٹھہرنا ہے اور ناچ گانے کے گھروں کی تلاش کس طرح کرنی ہے روز مرہ کی اپنی زندگی کے مطابق انہوں نے زبان بنائی ہوئی ہے اس زبان سے ہمارے بچوں کو تبلیغ کرنی کیسے آسکتی ہے اس لئے زبان کا ڈھانچہ تو وہ سیکھ سکتے ہیں لیکن اس زبان کو معنی خیز الفاظ سے بھرنے کا کام لازماً جماعت کو خود کرنا ہوگا اور وہ ایک خاص منصوبے کے مطابق ہوگا تو دیر ہو رہی ہے اب یہ بچے کھیلنے لگ گئے ہیں ان کی بعض دفعہ تصویریں آتی ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ جو چار سال پہلے بچہ پیدا ہوا تھا جو وقف زندگی تھا اور وہ باتیں کرتا دوڑتا پھرتا اور ان کے ماں باپ بڑی محبت کیساتھ ان کی تصویریں بھجواتے اور بعض دفعہ وہ اپنے ہاتھ سے چھوٹے موٹے خط بھی لکھتے ہیں مجھے بعض ایسے بھی خط لکھتے ہیں کہ شروع سے آخر تک صرف لکیریں ڈالی ہوتی ہیں اور بچہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں نے خط لکھا ہے مگر اس خط کا بڑا مزا آتا ہے کیونکہ ایک واقف زندگی کو شروع سے ہی طفلنہ وقت سے محبت پیدا کرنے کا یہ بھی ایک گر ہے اس کے دل میں محبت ڈالنے کا ذاتی تعلق پیدا ہو جائے بہرحال یہ کام تو ہو رہے ہیں لیکن جلدی اس بات کی ہے کہ

ان کو سنبھالنے کے لیئے جو ٹھوس تیاری ہونی چاہیئے اسمیں مجھے ڈر ہے کہ ہم پیچھے رہ رہے ہیں

اس لیئے اس کام کی طرف توجہ ہونی چاہیئے اور جب تک تحریک جدید معین طور پر واقفین زندگی کو مطلع نہیں کرتی کہ تم نے یہ کام کرنے ہیں وہ کام تو ان کو پتہ ہی ہیں وہ

نہیں تین اول تقویٰ کی بات میں نے کی ہے بچپن سے ان کے دل میں تقویٰ پیدا کریں اور خدا کی محبت پیدا کریں اور دو زبانیں جو سیکھنی ہیں عربی اور اردو وہ تو سب پر قدر مشترک ہیں اس میں کوئی تفریق نہیں کوئی امتیاز نہیں ہر احمدی واقف نو عربی بھی سیکھے گا اور اردو بھی سیکھے گا اس پہلو سے جہاں جہاں انتظامات ہو سکتے ہیں وہاں وہاں وہ انتظامات کریں اور تیاری شروع کر دیں۔

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے اور جب میں نے یہ سوچا کہ ہم تو خدا تعالیٰ کے ہاتھوں میں بے طاقت اور بے عقل وہ مہرے ہیں جیسے شطرنج کی بازی پہ کھیلے جاتے ہیں تو مجھے اپنی ایک پرانی رؤیا یاد آگئی جس کا آج کل کے حالات سے تعلق ہے مجھے یاد نہیں کہ میں نے پہلے آپ کے سامنے بیان کی تھی یا نہیں لیکن وہ ہے دلچسپ اور اب اسکی جو تعبیر ظاہر ہوئی ہے وہ زیادہ واضح ہے جن دنوں میں ایران کا انقلاب آرہا تھا ابھی شروع ہوا تھا 1977-78 کی بات ہے افغانستان میں تبدیلیاں پیدا ہوئیں ایران میں یہ ان دنوں کی بات ہے میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک جگہ نظارہ کر رہا ہوں لیکن سب کچھ دیکھنے کے باوجود گویا میں اس کا حصہ نہیں ہوں موجود بھی ہوں دیکھ بھی رہا ہوں لیکن بطور نظارے کے مجھے یہ چیز دکھائی جا رہی ہے ایک بڑے وسیع گول دائرے میں نوجوان کھڑے ہیں اور وہ باری باری عربی میں بہت ہی ترنم کیساتھ ایک فقرہ کہتے ہیں اور پھر انگریزی میں گانے کے انداز میں اسکا ترجمہ بھی اسی طرح ترنم کیساتھ پڑھتے ہیں اور باری باری اس طرح ادلتا بدلتا ہے منظر، پہلے عربی پھر انگریزی پھر عربی پھر انگریزی اور وہ فقرہ جو اس وقت یوں لگتا ہے جیسے قرآن کریم کی آیت ہے

لا یعلم الا ھو۔لا یعلم الا ھو کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے، کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے

اور یہ جو مضمون ہے یہ اس طرح مجھ پر کھلتا ہے کہ نظارے دکھائے جا رہے ہیں میں نے جیسا کہ کہا میں وہاں ہوں بھی اور نہیں بھی ایک پہلو سے سامنے یہ نوجوان گا رہے ہیں اور پھر میری نظر پڑتی ہے عراق کی طرف شام مجھے یاد ہے عراق یاد ہے اور پھر ایران کی طرف پھر افغانستان پھر پاکستان مختلف ملک باری باری سامنے آتے ہیں اور مضمون دماغ میں یہ کھلتا ہے کہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے جو عجیب واقعات رونما ہو رہے ہیں جو انقلابات آرہے ہیں ان کا آخری مقصد سوائے خدا کے کسی کو پتہ نہیں ہم ان کو اتفاقی تاریخی حادثات کے طور پر دیکھ رہے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اتفاقاً" رونما ہونے والے واقعات ہیں مگر رؤیا میں جب وہ یہ مل کر گاتے ہیں تو اس سے یہ تاثر زیادہ قوی ہوتا چلا جاتا ہے کہ یہ اتفاقاً" الگ الگ ہونے والے واقعات نہیں ہیں بلکہ واقعات کی ایک زنجیر ہے جو تقدیر بنا رہی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں مگر ہمیں سمجھ نہیں آرہی کہ کیا ہو رہا ہے **لا یعلم الا ھو** اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جس کا ہاتھ یہ تقدیر بنا رہی ہے تو یہ وہ رؤیا تھی جو چوہدری انور حسین صاحب ان دنوں میں تشریف لائے ان کو بھی میں نے سنائی بعض اور دوستوں کو بھی کہ یہ کچھ عجیب سی بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑے بڑے عظیم واقعات ان واقعات کے پس پردہ رونما ہونے والے ہیں ان کے پیچھے پیچھے آئیں گے ہم جو اندازے کر رہے ہیں سیاسی، یہ کچھ اور ہیں جو اصل مقاصد ہیں خدا کے، وہ کچھ اور ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ افغانستان کے ساتھ روس کی تبدیل شدہ پالیسی کا گہرا تعلق ہے کچھ سبق انہوں نے وہاں سے سیکھے ہیں کچھ اور ایسی باتیں ان تجربوں میں ظاہر ہوئی ہیں کہ جن کے نتیجے میں یہ بعد کے عظیم انقلابات پیدا ہونے شروع ہوئے۔ پس یہ جتنے بھی واقعات آج کی دنیا میں رونما ہو رہے ہیں ایک دنیا کا مؤرخ ایک دنیا کا سیاستدان ان کو اور نظر سے دیکھتا ہے اور اور فہم سے سمجھتا ہے مومن کیلئے تو ہر انگلی خدا کی تقدیر کی

طرف اشارہ کر رہی ہوتی ہے اور مومن ان سے اور پیغام لیتا ہے اور ان پیغاموں کی روشنی میں اپنے آپ کو مستعد کرتا ہے اور اپنے آپ کو تیار کرتا ہے پس خدا کی انگلی جو اشارے کر رہی ہے وہ اب واضح تر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور وہ اشارے یہ ہیں کہ آگے بڑھو اور ساری دنیا کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے فتح کرلو کیونکہ آج یہ دنیا اپنے دروازے تمہارے لئے کھول رہی ہے۔

پس اے (دن حق) کے جیالو! اور اے خدمت دین کا دعویٰ کرنے والو ان مواقع سے فائدہ اٹھاؤ اور آگے بڑھو اور تمام دنیا کو (دین حق) اور (دین حق) کے خدا کے لئے سر کرلو خدا ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

تحریک وقف نو

The Initiative of Waqf-e-Nau

A Collection of Friday Sermons by Hazrat Khalifatul Masih IV

(In Urdu Language)

On 13th April 1987 Hazrat Khalifatul Masih IV explained that very powerful divine inspiration suggests that with the dawn of the second century of Ahmadiyyat numberless venues will be opened for the domination of Islam and Ahmadiyyat for which a large numbar of upright devotees, well versed in spiritual and secular knowledge will be needed to cause a revolution in the field of preaching. To achieve this purpose Huzur announced a splendid initiative. This initiative is known as Waqf-e-Nau. In response many people hastened to offer their children and the initiative was well taken by the Community. Such children are the asset of the Jamaat,who are destined to play an unprecedented role in spreading the name and the faith of the Holy Prophet (P.B.U.H) all over the world.

All the relevant Friday sermons by Huzur, have been collected in this book, in which Huzur has explained in detail the importance of this Tehrik, how to upbring these children, learning of different languages and selection of their future professions embracing programmes from 20 to 30 years.

ISBN 1-85372-549-8

9 781853 725494